بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

شمارہ
12
شرح چندہ
سالانہ 550 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن
80 کینیڈین ڈالر یا 60 یورو

جلد
64
ایڈیٹر
منصور احمد
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

27 جمادی الاوّل 1436 ہجری | 19 امان 1394 ہش | 19 مارچ 2015ء | Postal Reg. No. L/P/GDP-1, DEC 2015
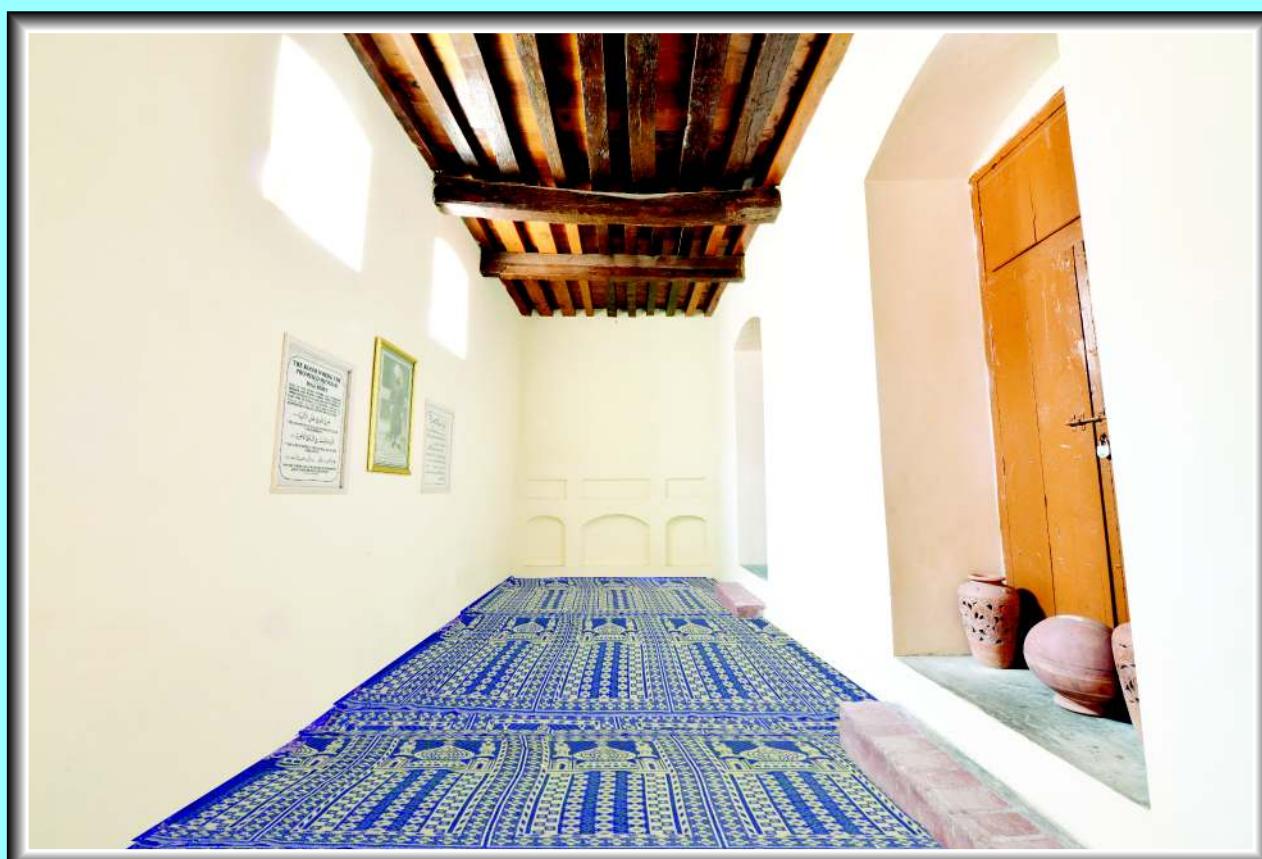
کمرہ پیدائش سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام (دار المسیح قادیان)

مزار مبارک سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (بہشتی مقبرہ قادیان)

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار
شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان تائید ونصرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک بڑی دلیل!

پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیّد الرّسل وخیر البشر نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ایمان ثریا ستارے پر چلا جائے گا یعنی زمین ایمان سے خالی ہوجائے گی۔ اُمّت بہتّر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ ہر قسم کی خرابی اس میں پیدا ہوجائے گی۔ علماء کی حالت اس قدر گر جائے گی کہ وہ لوگوں کی ہدایت کی بجائے ان کی گمراہی، اُن میں فتنہ وفساد پیدا کرنے اور اُن کے مابین قتل وغارت کا موجب ہوں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے اُمت کو یہ خوشخبری بھی عطا فرمائی کہ اس کے بہار کے دن بھی لوٹ کر ضرور آئیں گے۔ وہ زمانہ امام مہدی اور مسیح موعود کا زمانہ ہوگا جب ایمان زمین پر دوبارہ قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا :

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریمؑ ومسلم ومسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے۔ اور وہ تمہارے امام ہوں گے، تم میں سے ہوں گے۔

تمام فرقوں کا یہ کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ جبکہ جماعت احمدیہ کامل یقین رکھتی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود کے وجود میں یہ پیشگوئی پوری ہوچکی ہے۔

عالَمِ اسلام کا حال سب پر عیاں ہے۔ اسلام کے نام پر قتل وغارت کا بازار گرم ہے۔ صرف ایک ملک شام میں ہی لاکھوں معصوم انسانوں کا قتل ہوچکا ہے۔ ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ آوے کا آوا بگڑ چکا ہے۔ اگر اب بھی امت کی اصلاح کے لئے وہ مسیح ومہدی نہیں آیا تو پھر کب آئے گا؟؟ کیا اس سے بھی بُرے دن اسلام پر آنے والے ہیں؟؟

ہمارے غیر احمدی بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو لیکر بعض ایسی خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہیں کہ جس کی سند قرآن وحدیث اور سنت انبیاء سے ہمیں نہیں ملتی۔ مثلاً وہ کہتے ہیں:

(۱) حدیث شریف میں جس عیسیٰ کے نزول کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے وہ دراصل بنی اسرائیل کے عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ (۲) وہ زندہ مادّی جسم سمیت آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے (۳) وہی ابن مریم جو بنی اسرائیل کے لئے رسول ہوکر آئے تھے اُمت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے۔

ہم بڑے ہی ادب سے عرض کرتے ہیں کہ قرآن اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پاجانا روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ نہ تو حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی آسمان سے نازل ہونگے۔ اُمت محمدیہ کی اصلاح کے لئے جس مسیح ومہدی نے آنا تھا وہ اِسی اُمت میں سے آچکا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ اُمّت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کو ابنِ مریم کے نام سے اس لئے پکارا گیا کہ اس میں پہلے مسیح سے بہت ساری باتوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کا مسیح ومہدی بنا کر مبعوث فرمایا۔ سینکڑوں سالوں کی ایک لمبی خشک سالی کے بعد کسی نبی نے اپنا چہرہ دکھایا۔ لیکن افسوس بندوں پر جب بھی ان کے پاس کوئی اللہ کا رسول آیا انہوں نے اس کے ساتھ ہنسی کی، استہزا کیا۔

ہمارے مخالف، دُنیا کی مخالفت کو، ہنسی اور استہزا کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود کے جھوٹا ہونے کا نشان ٹھہراتے ہیں لیکن خدا اسے آپ کی صداقت کا نشان ٹھہراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

اگر مخالفت نبی کے جھوٹا ہونے کی نشانی ہے تو پھر ہمیں کوئی ایسا نبی بتایا جائے جس کی مخالفت نہ ہوئی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے سچے نبی کی ایک نشانی یہ بتائی ہے کہ وہ اپنے مشن میں ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ پوری دنیا کی مخالفت بھی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ چھوڑا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ضرور غالب آئیں گے یقیناً اللہ بہت طاقت والا اور غالب ہے۔ چونکہ نبی اپنی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے نبی کا مقابلہ دراصل اللہ سے مقابلہ ہوتا ہے۔ ہمارے مخالفوں کو غور کرنا چاہئے کہ کیا اللہ سے بھی کوئی مقابلہ کرسکتا ہے؟ پس باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوری دنیا نے مقابلہ کیا، حکومتوں تک نے مقابلہ کیا لیکن سوائے ناکامی اور حسرتوں، اور ذلت اور رسوائیوں کے انہیں کچھ نہ ملا اور حضرت مسیح موعود کی جماعت پوری دنیا میں دن دونی رات چوگنی ترقی کررہی ہے۔ یہ آپؑ کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''یہ اُن لوگوں کی غلطی ہے۔ اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے...... اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔

باقی صفحہ 30 پر ملاحظہ فرمائیں

ہفت روزہ بدر ''سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمبر''

فہرست مضامین

امام مہدی و مسیح موعودؑ کی بعثت کے متعلق قرآن مجید کی پیشگوئیاں

(۱)

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ○ ہُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَالۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ○ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ○ (سورۃ جمعہ: ۲ تا ۵)

ترجمہ :: اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے، قدّوس ہے، کامل غلبہ والا اور صاحبِ حکمت ہے۔ وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور اُنہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

سورہ جمعہ کی اِن آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپکی پہلی بعثت عرب کے اُمّیوں میں ہوئی اور دوسری بعثت وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ کے مطابق آخرین میں مقدر تھی۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ دریافت فرمایا کہ یہ آخرین کون لوگ ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوسری بعثت ہوگی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسی مجلس میں موجود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا :

لَوۡ کَانَ الۡاِیۡمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوۡ رِجَالٌ مِنۡ ہٰؤُلَآءِ

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

یعنی اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی چلا گیا تو ایک فارسی الاصل شخص یا اشخاص اس ایمان کو دوبارہ دُنیا میں قائم کریں گے۔

اِن آیات میں آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے فارسی الاصل شخص کی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت قرار دیا گیا ہے گویا آنے والا موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظلِّ کامل ہوگا۔

(۲)

وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ○ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ وَہُوَ یُدۡعٰۤی اِلَی الۡاِسۡلَامِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ○ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ ○ ہُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ۙ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ○ (الصّف: ۷ تا ۱۰)

ترجمہ :: اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً مَیں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے۔ اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو ایک کھلا کھلا جادو ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مونہہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نُور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے دین کے ہر شعبہ پر کلیّتاً غالب کر دے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اسلام کا ادیان باطلہ پر غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اس آیت کے اصل مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں لیکن وہ موعود غلبہ مسیح اور مہدی کے زمانہ میں ظاہر ہونا تھا اس لئے مسیح اور مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جدا نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علماء محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہوگی۔ (تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵، صفحہ ۲۳۲)

(الف) تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے :

ہٰذَا عِنۡدَ خُرُوۡجِ الۡمَہۡدِیِّ۔

کہ اس آیت میں مذکور غلبۂ اسلام مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔

(ب) تفسیر جامع البیان جلد ۲۹ میں لکھا ہے :

وَذٰلِکَ عِنۡدَ نُزُوۡلِ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ

کہ یہ غلبہ عیسی ابن مریم کے نزول پر ہوگا۔

(۳)

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ○

ترجمہ :: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت کے متعلق حضرت علی بن حسین نے فرمایا :

نَزَلَتۡ فِی الۡمَہۡدِیِّ

کہ یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ اِس سے مہدی اور اس کی جماعت مُراد ہے۔ (بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۳)

☆☆☆

امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق
سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات

امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی وجود ہونگے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ ۔

(ابن ماجه باب شدة الزمان صفحه ۲۵۷ مصری مطبع علمیه ۱۳۱۳ ھ کنزالعمال جلد ۷ صفحه ۱۸۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : عیسیٰؑ کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔ (یعنی مسیحؑ ہی مہدی ہوں گے کیونکہ مہدی کا کوئی الگ وجود نہیں ہے)

امام مہدی و مسیح موعود کی بعثت کی خبر

يُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ يَّلْقٰى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ اِمَامًا مَهْدِيًّا حَكَمًا عَدْلًا يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ ۔ (مسند احمد جلد ۲، صفحہ ۱۵۶)

تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ (انشاء اللہ تعالیٰ) عیسیٰ بن مریم کا زمانہ پائے گا وہی امام مہدی اور حکم و عدل ہوگا جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ

(بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی بن مریمؑ و مسلم و مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری حالت کیسی نازک ہوگی جب ابن مریم (یعنی مثیلِ مسیح) تم میں مبعوث ہوگا جو تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔

امام مہدی و مسیح موعود کا حلیہ مبارک

عَنْ نَافِعٍ قَالَ : ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..... أَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهٗ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهٗ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَاَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهٗ جَعْدًا قِطَطًا اَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب واذ کر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اهلها وسسند احمد جلد ۲ صفحة ۳۹)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ مکرّمہ کے پاس ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گندمی رنگ کا خوبصورت آدمی ہے زلفیں کندھوں تک پہنچ رہی ہیں، بال سیدھے شفاف ہیں جن سے پانی کے قطرے ٹپکتے نظر آتے ہیں وہ اپنے ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے بتایا مسیح ابن مریم ہے۔ پھر میں نے ان کے پیچھے ایک اور آدمی دیکھا گھنگھریالے بال، سخت جلد، دائیں آنکھ کانی، ابن قطن سے ملتی جلتی شکل ہے اور ایک آدمی کے دونوں کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے کعبہ کے گرد گھوم رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح الدّجال ہے۔ (خواب میں حضورؐ کو جو نظارہ دکھایا گیا اس میں طواف کعبہ سے مراد یہ ہے کہ مسیح بیت اللہ کی حفاظت اور اس کی شان کو بلند کرنے کیلئے کوشاں ہوں گے اور دجّال کعبہ کی تخریب کے درپے ہوگا)

امام مہدی و مسیح موعود کے کام

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ۔

(سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب فتنة الدجال وخروج عیسی بن مریم وخروج یاجوج وماجوج)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک عیسیٰ بن مریم جو منصف مزاج حاکم اور امام عادل ہوں گے مبعوث ہوکر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔ (جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔

امام مہدی و مسیح موعود کا مقام و مرتبہ

اَلَا اِنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ نَبِيٌّ وَلَا رَسُوْلٌ، اَلَا اِنَّهٗ خَلِيْفَتِيْ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ، اَلَا اِنَّهٗ يَقْتُلُ الدَّجَّالَ وَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا، اَلَا مَنْ اَدْرَكَهٗ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ السَّلَامَ ۔ (طبرانی الاوسط والصغیر)

خبردار ہو کہ عیسیٰ بن مریم (مسیح موعود) اور میرے درمیان کوئی نبی یا رسول نہیں ہوگا۔ خوب سن لو کہ وہ میرے بعد امّت میں میرا خلیفہ ہوگا۔ وہ ضرور دجّال کو قتل کرے گا۔ صلیب (یعنی صلیبی عقیدہ) کو پاش پاش کردے گا اور جزیہ ختم کردے گا (یعنی اس کا رواج اُٹھ جائے گا کیونکہ) اس وقت میں (مذہبی) جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یاد رکھو جسے بھی اُن سے ملاقات کا شرف حاصل ہو وہ انہیں میرا اسلام ضرور پہنچائے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْمَهْدِيُّ مِنِّيْ أَجْلَى الْجَبْهَةِ أَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا (سنن ابوداؤد کتاب المهدی)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی کا مجھ سے قریبی تعلّق ہوگا اس کی پیشانی روشن اور ناک بلند ہوگی (یعنی کشادہ پیشانی اور کھڑی ناک والا ہوگا) وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ اس سے پہلے ظلم و تعدی سے اَٹی پڑی تھی۔

امام مہدی و مسیح موعود کا علاقہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا كَدْعَهْ وَيُصَدِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَجْمَعُ اَصْحَابَهٗ مِنْ اَقْصَى الْبِلَادِ عَلٰى عِدَّةِ اَهْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا وَمَعَهٗ صَحِيْفَةٌ مَخْتُوْمَةٌ فِيْهَا عَدَدُ اَصْحَابِهٖ بِاَسْمَائِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَخِلَالِهِمْ ۔ (کذا فی الاربعین، جواہر الاسرار قلمی صفحہ ۵۶ مصنفہ حضرت شیخ علی حمزہ بن علی الملک الطوسی، ارشادات فریدی جلد ۳ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۳۳۰ھ)

صاحبِ جواہر الاسرار لکھتے ہیں کہ اربعین میں یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی ایک ایسے گاؤں سے مبعوث ہوگا جس کا نام ’’کدعہ‘‘ ہوگا۔ (قادیان کی طرف اشارہ ہے) اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق میں نشان دکھائے گا۔ اور بدری صحابہ کی طرح مختلف علاقوں کے رہنے والے تین سو تیرہ جلیل القدر صحابہ اسے عنایت فرمائے گا۔ جن کے نام اور پتے ایک مستند کتاب میں درج ہوں گے۔

امام مہدی و مسیح موعود کا زمانہ

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ يَمَانٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَ مِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَةً يَبْعَثُ اللّٰهُ الْمَهْدِيَّ

(النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۱۲۴۰ (سال) کے بعد اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

☆☆☆

مسیح اور مہدی کا مقام — بزرگان امت کی نظر میں

(۱) حضرت محمد ابن سیرینؒ (۳۳ھ تا ۱۱۰ھ)

"اس اُمت میں ایک خلیفہ ہوگا جو حضرت ابوبکر اور عمر سے بہتر ہوگا۔ کہا گیا کیا ان دونوں سے بہتر ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ قریب ہے کہ وہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہو"

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶۔ از نواب صدیق حسن خان مطبع شاہ جہاں بھوپال)

(۲) حضرت امام باقر علیہ السلام (۵۱ھ تا ۱۱۴ھ)

"جب امام مہدی آئے گا تو یہ اعلان کرے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰؑ اور یوشعؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰؑ اور یوشعؑ ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی عیسیٰؑ اور شمعون کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ عیسیٰؑ اور شمعون میں ہی ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی محمد مصطفیٰ ﷺ اور امیر المؤمنین (علیؓ) کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور امیر المؤمنین میں ہی ہوں۔" (بحار الانوار جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۲۰۲)

(۳) حضرت امام عبدالرزاق قاشانیؒ (وفات ۷۳۰ھ)

"آخری زمانہ میں جو امام مہدی آئیں گے وہ احکامِ شریعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے اور معارف و علوم اور حقیقت میں آپ کے سوا تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے۔ اور یہ بات ہمارے مذکورہ بیان کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ امام مہدی کا باطن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا۔"

(شرح فصوص الحکم صفحہ ۴۲۔۴۳)

(۴) سیّد عبدالکریم جیلانیؒ (۷۶۷ھ تا ۸۳۷ھ)

"اس (امام مہدی.... ناقل) سے مراد وہ شخص ہے جو صاحبِ مقام محمدی ہے۔ اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے۔"

(انسان کامل (اُردو) باب نمبر ۶۱ مہدیؑ کا ذکر صفحہ ۳۷۵ نفیس اکیڈمی کراچی)

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۵ھ)

"اُمت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین ﷺ کے انوار کا انعکاس ہو۔ عامۃ الناس یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود دنیا میں آئے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا۔ اور اسی کا دوسرا نسخہ (TRUE COPY) ہوگا۔ پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔"

(الخیر الکثیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۷۲۔ مدینہ پریس بجنور)

(۶) شیخ محمد اکرم صابری (۱۱۳۰ھ)

"وہ محمد ﷺ ہی تھے جنہوں نے آدم کی صورت میں دنیا کی ابتدا میں ظہور فرمایا یعنی ابتدائے عالم میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانیت بروز کے طور پر حضرت آدم میں ظاہر ہوئی اور محمد ﷺ ہی ہونگے جو آخری زمانہ میں خاتم الولایت امام مہدی کی شکل میں ظاہر ہونگے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانیت مہدی میں ظہور اور بروز کرے گی۔"

(اقتباس الانوار از شیخ محمد اکرم صابری۔ صفحہ ۵۲)

(۷) مشہور شاعر جناب امام بخش ناسخ (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۵۳ھ)

اوّل و آخر کی نسبت ہوگی صادق یہاں
صورت معنی شبیہ مصطفیٰ پیدا ہوا
دیکھ کر اس کو کریں گے لوگ رجعت کا گماں
یوں کہیں گے معجزے سے مصطفیٰ پیدا ہوا

(دیوان ناسخ جلد دوم صفحہ ۵۴ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۳ء)

(۸) بزرگ صوفی حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ آف چاچڑاں شریف (۱۲۴۸ھ تا ۱۳۶۷ھ)

"حضرت آدمؑ صفی اللہ سے لے کر خاتم الولایت امام مہدی تک حضور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بارز ہیں۔ پہلی بار آپ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا ہے...........اس کے بعد دوسرے مشائخ عظام میں نوبت بہ نوبت بروز کیا ہے اور کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ امام مہدی میں بروز فرمائیں گے۔ پس حضرت آدم سے امام مہدی تک جتنے انبیاءؑ اور اولیاء اور قطب ہوئے ہیں تمام روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظاہر ہیں۔"

(مقابیس المجالس صفحہ ۴۱۹ مقبوس نمبر ۱۶۲ از: مولانا رکن الدین۔ ترجمہ: کپتان واحد بخش سیال اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور)

(۹) شیعہ مجتہد سید علی الحائری: (۱۲۸۸ھ تا ۱۳۶۰ھ)

"حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حضرت مسیحؑ پر افضلیت واضح اور ثابت ہے۔"

(غایۃ المقصود جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۸۔ از مولوی سید علی حائری مطبع شمس الہند لاہور)

(۱۰) شیعہ مجتہد مولانا سید محمد سبطین (۱۳۳۵ھ)

مہدی نفس رسول ﷺ و مظہر اوصاف رسول ﷺ و نائب خاص رسول اور آئینہ کمالات رسول ﷺ ہے۔ اور ظہور انوار محمدی و اوصاف و کمالات محمدی اس جناب پر موقوف ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ ہم شکل و ہم نام و ہم کنیت و نور محمدی خلق اور سیرت میں بھی مثل محمد ہو بلکہ ایسا ہونا ضروری و لازمی ہے۔

(الصراط السوی فی احوال المہدی صفحہ ۴۰۹۔ از مولانا سید محمد سبطین ناشر مینجر البرہان بک ڈپو ۳۳ عمر روڈ اسلام پورہ لاہور)

☆☆☆

نرے ایمان کے دعوے اور اظہار اور اس کی جڑ کی مضبوطی کا اعلان کسی کام کا نہیں جب تک اعمال صالحہ کی سرسبز شاخیں اور پھل خوبصورتی نہ دکھا رہی ہوں اور فیض نہ پہنچا رہی ہوں

آج ان صحیح اعمال کی تصویر پیش کرنا ہر احمدی کا کام ہے جس نے زمانے کے امام اور نبی کو مانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہی وہ خدا تعالیٰ کا لگایا ہوا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سرسبز، خوبصورت اور پھلدار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے

ہم احمدی ہونے کا حق اس وقت ادا کر سکتے ہیں جب ہم اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے ہر طرف اعلیٰ اخلاق دکھانے کا مظاہرہ کرنے والے ہوں

جہاں اعمال صالحہ کے ساتھ ایک مومن دوسروں کے لئے نفع رساں وجود بنتا ہے وہاں وہ خود بھی اس کے میٹھے پھل کھا رہا ہوتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات و تحریرات کے حوالہ سے اعمال صالحہ کی ضرورت و اہمیت اور اس طرف خصوصی توجہ کرنے کی تاکیدی نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 19 ستمبر 2014ء بمطابق 19 تبوک 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے۔ عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے۔ عُجب (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے)۔‘‘ یعنی ایسی خوشی جو خود پسندی کی ہو۔ فرمایا: ’’اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اُس سے صادر ہوتے ہیں ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم، عُجب، ریا، تکبّر، حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔‘‘ یعنی عمل صالح کی اہمیت دنیا میں بھی ہے اور جس طرح یہاں جو عمل صالح بجا لاتا ہے اس کا حساب آخرت میں ہو گا۔ اسی طرح یہاں بھی اس کا حساب ہو گا یا یہاں کے عمل جو ہیں وہ آخرت میں انسان کے جزا سزا کا ذریعہ بنیں گے۔ اور پھر اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر عمل صالح ہوں تو اس دنیا کی زندگی کو بھی جنت بنا دیتے ہیں۔ فرمایا: ’’اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 275-274۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آپ نے فرمایا کہ مصمم عزم اور عہد واثق سے اعمال کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ پکا اور مضبوط عہد کرو۔ آپ نے ایمان کو ایک درخت سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ ایمان جو ہے ایک درخت کی طرح ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درخت کو بھی فائدہ مند بنانے کے لئے اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے تبھی درخت فائدہ مند ہوتا ہے، تبھی زندہ رہتا ہے جب اس کا خیال رکھا جائے۔ اس کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے۔ اسی طرح ایمان کو بھی کامل کرنے کے لئے اعمال کی ضرورت ہے اور اپنے ایمان کی اعمال کے ذریعہ سے غور و پرداخت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر باوجود ایمان کے یا ایمان کا دعویٰ کرنے کے انسان مومن نہیں کہلا سکتا۔ بغیر عمل کے انسان ایسا درخت ہے جس کی خوبصورت سرسبز شاخیں کاٹ کر اسے بدشکل بنا دیا گیا ہو۔ جس کے پھلوں کو ضائع کر دیا گیا ہو۔ جس کی سایہ دار شاخوں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق کو محروم کر دیا ہو۔ ایک درخت جس کی جڑیں چاہے کتنی ہی مضبوط ہوں اور تناور درخت ہو اگر اسے کھاد پانی سے محروم کر دیا جائے، اس کی نکلنے والی کونپلوں اور شاخوں کو ضائع کر دیا جائے تو ایک وقت میں وہ مر جائے گا۔ اس کی مضبوط جڑیں اسے کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گی۔ اگر کچھ عرصہ وہ زندہ بھی رہے تو ایسے شاخوں سے محروم اور کسی بھی قسم کا فائدہ دینے سے عاری درخت کی طرف کوئی بھی نہیں دیکھے گا، کسی کی توجہ نہیں ہو گی۔ ایک ٹنڈ منڈ لکڑی کھڑی ہو گی۔ ہر ایک نظر اس خوبصورت پودے اور درخت کو دیکھے گی اور اس کی طرف متوجہ ہو گی جو ہرا بھرا ہو۔ جس کی خوبصورتی نظر آتی ہو۔ جو درخت وقت پر پھولوں اور پھلوں سے لد جائے۔ جو گرمی میں سایہ دینے والا ہو۔ اسی کو لوگ پسند کریں گے۔ پس بیشک ایمان جو ہے وہ جڑ کی طرح ہے۔ بیشک ایک مسلمان دعویٰ کرتا ہے کہ میرا ایمان مضبوط ہے۔ اس کا اظہار ہم اکثر مسلمانوں میں دیکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ دین کی غیرت بھی رکھتے ہیں۔ اسلام کے نام پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ آجکل جو مختلف گروہ بنے ہوئے ہیں، تنظیمیں بنی ہوئی ہیں، یہ لوگ اپنے ایمان کی مضبوطی کے کیا کیا دعوے نہیں کرتے۔ لیکن کیا اس خوبصورت اور خوشنما درخت یا اس باغ کی طرح ہیں جو دنیا کو فائدہ دے رہا ہو؟ لوگ اس کی خوبصورتی دیکھ کر اس کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہوں؟ جتنی شدت سے یہ متشدد گروہ یا لوگ اپنے دین کے نام پر شدت پسندی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اسی شدت سے دنیا اُن سے دُور بھاگ رہی ہے۔ وہ دین جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اس نے تو دشمنوں کو بھی اپنی طرف کھینچ کر نہ صرف دوست بنا لیا تھا بلکہ شدید محبت میں گرفتار کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ جب مسلمان حکومت ایک موقع پر یہ سمجھی کہ اس وقت رومی حکومت کا مقابلہ مشکل ہے اور وہ مقبوضہ علاقہ جس میں عیسائی اور یہودی اکثریت تھی اسے مسلمانوں نے چھوڑنے کا فیصلہ کیا تو عیسائی اور یہودی سب نے مل کر مسلمانوں کی فوج کو

روتے ہوئے رخصت کیا اور کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ تم دوبارہ اس علاقے پر قابض ہو جاؤ تا کہ تمہارے شجر سایہ دار اور پھل دار سے ہم ہمیشہ فیض پاتے رہیں۔ جو سہولتیں تم نے ہمیں مہیا کی ہیں وہ تو ہماری ساری حکومتیں بھی ہمیں مہیا نہیں کر سکیں۔

(ماخوذ از فتوح البلدان صفحہ 88-87 باب یوم الیرموک مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2000ء، ماخوذ از سیر الصحابہؓ جلد دوم حصہ اول مہاجرین صفحہ 172-171 ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

ان مسلمانوں کی یہ قدر اس لئے تھی کہ ان کے ایمان کے ساتھ ان کا ہر عمل فیض رساں تھا۔ پس نرے ایمان کے دعوے اور اظہار اور اس کی جڑ کی مضبوطی کا اعلان کسی کام کا نہیں جب تک اعمال صالحہ کی سرسبز شاخیں اور پھل خوبصورتی نہ دکھا رہی ہوں اور فیض نہ پہنچا رہی ہوں۔ اور جب یہ خوبصورتی اور فیض رسانی ہو تو پھر دنیا بھی متوجہ ہوتی ہے اور اس کے گرد جمع بھی ہوتی ہے اور ان کی حفاظت کے لئے پھر کوشش بھی کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو صرف ایمان میں مضبوطی کا نہیں کہا بلکہ تقریباً ہر جگہ جہاں ایمان کا ذکر آیا ہے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑ کر مشروط کیا اور یہ حالت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء بھی بھیجتا ہے۔ یہ حالت مومنوں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب زمانے کے نبی کے ساتھ تعلق بھی پیدا ہو۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بڑے بڑے گروہ ہیں جو دین کے نام پر اور ایمان کے نام پر اپنی مضبوط جڑوں کا اظہار کرتے ہیں لیکن ہو کیا رہا ہے؟ ان کی نہ صرف آپس میں نفرتیں بڑھ رہی ہیں اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے جو بھی کوشش ہو سکتی ہے جائز ناجائز طریقے سے، ظلم سے، وہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے بلکہ غیر مسلم بھی پریشان ہو کر ان کی وجہ سے اسلام سے خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ وہ مذہب جس نے غیر مسلموں کی محبتوں کو سمیٹا اور مسلمان حکومتوں کی حفاظت کے لئے غیر مسلم بھی مسلمانوں کی طرف سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کی یہ حالت ہے کہ غیروں کو تو کیا کھینچنا ہے خود مسلمانوں کی آپس کی حالت اعمال صالحہ کی کمی کی وجہ سے قُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰی (الحشر:15) کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ دل ان کے پھٹے ہوئے ہیں۔

آج ان صحیح اعمال کی تصویر پیش کرنا ہر احمدی کا کام ہے جس نے زمانے کے امام اور نبی کو مانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہی وہ خدا تعالیٰ کا لگایا ہوا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سرسبز، خوبصورت اور پھلدار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں حقیقی اسلام کی تعلیم سے آشنا کیا ہے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلنے کی طرف ترغیب دلائی، زور دیا، توجہ دلائی، اُس کی اہمیت واضح کی۔

پس یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس کی جڑیں بھی مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سرسبز و خوبصورت ہیں اور پھلدار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ وہ درخت ہے جس کو دیکھ کر دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کون سا اسلام ہے جو تم پیش کرتے ہو۔ بے شمار واقعات اب ایسے سامنے آتے ہیں کہ حقیقی اسلام کی خوبصورتی دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

افریقہ میں ایک جگہ ایک مسجد کا افتتاح ہو رہا تھا۔ وہاں کے چیف عیسائی تھے ان کو بھی دعوت تھی۔ وہ بھی شامل ہوئے۔ وہ کہنے لگے کہ مَیں یہاں تم لوگوں کی محبت میں نہیں آیا۔ مَیں تو صرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ اس زمانے میں یہ کون سے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجد کے افتتاح پر ایک غیر مسلم اور عیسائی کو بھی بلایا۔ یہاں آ کر یہ دیکھ کر مجھے اور بھی حیرت ہوئی کہ یہاں تو مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہیں اور احمدی خود بھی مسلمان ہونے کے باوجود ایسے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کر رہے ہیں جس کی مثال نہیں۔ چھوٹا ہو بڑا ہو، امیر ہو غریب ہو، ہر ایک سے یہ لوگ محبت اور پیار سے پیش آ رہے ہیں۔ اور ایسے تعلقات ہیں اور یہاں ایسے اعلیٰ اخلاق ہیں جن کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے کہ جو کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔ پھر وہ چیف کہنے لگے کہ ایسی مسجدیں اور ایسا اسلام تو وقت کی ضرورت ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ میرے تمام شکوک و شبہات جو اسلام کے بارے میں تھے وہ دُور ہو گئے۔ اور پھر انہوں نے مزید کہا کہ آپ نے اس علاقے کو ایک نئی مسجد نہیں دی بلکہ ہمیں ایک نئی زندگی دی ہے۔ زندگی کی اعلیٰ قدروں کے اسلوب سکھائے ہیں۔

پس ایسے درخت ہوتے ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ان کی جڑیں بھی زمین میں مضبوط ہوتی ہیں اور ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے اگر انسانوں کو درختوں سے مثال دی جائے تو ان کی سرسبز شاخیں بھی آسمان کی بلندیوں کو چُھو رہی ہوتی ہیں۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا کہ زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہر احمدی کا فرض ہے کہ ایمان کی مضبوطی کے ساتھ سرسبز شاخیں بن جائے۔ سرسبز شاخوں کے خوبصورت پتے بن جائے۔ اُن پر لگنے والے خوبصورت پھول اور پھل بن جائے۔ جو دنیا کو نہ صرف خوبصورت نظر آئے بلکہ فیض رساں بھی ہو۔ فیض پہنچانے والا بھی ہو۔ ورنہ ایمان و یقین میں کامل ہونا بغیر عمل کے بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ بظاہر ایمان و یقین میں کامل دنیا کے جو لوگ ہمیں نظر آتے ہیں وہ کہنے کو تو اپنے آپ کو ایمان و یقین میں کامل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں لیکن دنیا کے لئے ٹھوکر کا باعث بن رہے ہیں۔

ہم احمدی ہونے کا حق اس وقت ادا کر سکتے ہیں جب ہم اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے ہر طرف اعلیٰ اخلاق دکھانے کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ جب ہم اپنے محلے اور شہر اور اپنے ملک میں اعمال صالحہ کی وجہ سے اسلام کی خوبصورتی دکھانے والے بنیں۔ ہر قسم کے فسادوں، جھگڑوں، چغلی کرنے کی عادتوں، دوسروں کی تحقیر کرنے، رحم سے عاری ہونے، احسان کر کے پھر جتانے والے لوگوں میں شامل نہ ہوں بلکہ ان چیزوں سے بچنے والے ہوں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم بار بار ہمیں اعلیٰ اخلاق کو اپنانے اور نیک اعمال بجالانے کی تلقین فرماتا ہے۔

بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ کسی وقتی جذبے کے تحت کسی پر احسان تو کر دیتے ہیں، مدد کر دیتے ہیں لیکن بعد میں کسی وقت اس کو جتا بھی دیتے ہیں کہ مَیں نے یہ احسان تم پر کیا یا یہ توقع رکھتے ہیں کہ اب ان کے احسان کا زیر بار انسان تمام عمر اُن کا غلام بنا رہے۔ اور اگر زیر احسان شخص توقع پر پورا نہ اترے تو پھر اسے تکلیفیں دینے سے بھی نہیں چُوکتے۔ یہ تو اسلامی تعلیم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی (البقرة-265) کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا اذیّت دے کر ضائع نہ کیا کرو کیونکہ یہ حرکتیں تو وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے، جن کے ایمان کمزور ہیں۔ نہ صرف کمزور ہیں بلکہ ایمان سے عاری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ مختلف حوالوں سے ایک مومن کو بار بار یہ تلقین کی ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے اور اس کے مختلف فوائد ہیں۔ پس جہاں اعمال صالحہ کے ساتھ ایک مومن دوسروں کے لئے نفع رساں وجود بنتا ہے وہاں وہ خود بھی اس کے میٹھے پھل کھا رہا ہوتا ہے۔ مثلاً جو ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ کرنے والے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے والے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو جنتوں میں اعلیٰ مقام پائیں گے اور ایسی جنتوں میں ہوں گے جہاں نہریں چل رہی ہوں گی اور ان نہروں کے مالک ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کو ایسے ایسے بڑے اور احسن اجر ملیں گے جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صرف ایمان کا دعویٰ احسن اجر کا حقدار نہیں ٹھہرا دیتا بلکہ اعمال صالحہ ہوں گے تو احسن اجر ملے گا، جنتیں ملیں گی، مغفرت ہو گی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے والوں کو خدا

تعالیٰ پاکیزہ رزق دے گا۔ جو اس دنیا کا بھی رزق ہے اور آخرت کا بھی رزق ہے۔ عمل صالح کرنے والوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وہ امن میں ہوں گے۔ کسی قسم کی پریشانی ان کو نہیں ہوگی۔ نہ دنیا کا خوف اور نہ اگلے جہان کا یہ خوف کہ میرے سے کوئی نیکیاں نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو تسکین عطا فرمائے گا۔ اور خوف ہو بھی کس طرح سکتا ہے۔ وہ عمل صالح کرنے والے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی آغوش میں جا رہے ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا (مریم: 97) یقیناً وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں خدائے رحمان ان کے لئے وُدّ پیدا کرے گا۔ وُدّ کے معنی ہیں کہ گہرا پیار اور تعلق۔ سطحی قسم کی محبت نہیں یا پیار نہیں۔ گہرا پیار اور تعلق۔ ایسا مضبوط تعلق جو کبھی کٹ نہ سکے۔ بلکہ اس طرح کا گہرا تعلق جس طرح کلاّ زمین پر گاڑ دیا جاتا ہے، مضبوط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ گاڑ دیا جائے گا۔ اس طرح یہ پیار دل میں گڑ جائے گا۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو مضبوط ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں کے دل میں اپنی محبت کِلّے کی طرح گاڑ دے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں گے اور پھر وہ ایمان اور اعمال صالحہ میں مزید بڑھتے چلے جائیں گے۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ خود ایسے مومنوں سے ایسی محبت کرے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ پس اگر خدا تعالیٰ کی محبت ایک انسان کے دل میں گڑ جائے یا خدا تعالیٰ مومنوں سے ایسا پیار کرے کہ گویا خدا تعالیٰ کے دل میں ان کی محبت گڑ گئی ہے تو اس سے بڑا کامیاب شخص اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ تو اپنی ذات میں ہی ایک ایسا خوبصورت اور سایہ دار درخت بن جاتا ہے جو دوسروں کو فیض پہنچانے والا ہوتا ہے کیونکہ اس کا ہر عمل خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا ہو اور دوسروں کو فیض پہنچانے والا ہو۔

پھر اس آیت کا یہ بھی مطلب بنے گا کہ خدا تعالیٰ ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کے دلوں میں بنی نوع انسان کی محبت بھی مضبوطی سے گاڑ دے گا۔

پس ایک حقیقی مومن کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو تکلیف پہنچائے۔ بنی نوع انسان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک حقیقی مومن اسے ہمیشہ فیض پہنچانے کی فکر میں رہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر آیا ہوں کہ یہ چیز اگر مسلمانوں میں پیدا ہو جائے تو ایک دوسرے کے حقوق تلف کرنے، ظلم کرنے اور غیروں کو، دوسروں کو قتل کرنے کے جو عمل حکومتوں میں بھی ہیں، نام نہاد تنظیموں میں بھی ہیں، عوام میں بھی ہیں، آجکل بڑے عام نظر آ رہے ہیں یہ کبھی نظر نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر عمل ہی نہیں ہو رہا اس لئے سب کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن ظلم یہ ہے کہ یہ سب ظلم اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ وُدّ پیدا کرو، محبت پیدا کرو۔ ایسی محبت پیدا کرو جو دلوں میں گڑ جائے۔ ایسے بنو جو دوسروں کو فیض پہنچانے والے ہوں۔

پس اگر حقیقی تعلیم پر عمل ہو تو کبھی یہ دکھ اور تکلیفیں جو ایک دوسرے کو دیئے جا رہے ہیں یہ نظر نہ آئیں۔ ایک خوبصورت تصور اسلام کے شجر سایہ دار کا دنیا کے ذہنوں میں ابھرے۔ پھر اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بنی نوع کے دل میں مسلمانوں کی محبت کِلّے کی طرح گڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً قدرت رکھتا ہے کہ ایسا کر دے لیکن اس نے اس بات کے حصول کے لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی شرط لگائی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا پہلے مسلمانوں کے لئے جو قرونِ اُولیٰ کے تھے ان کے لئے لوگوں کے دلوں میں یہ محبت ہی تھی جو خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کے دل میں اور یہودیوں کے دل میں پیدا کی تھی جو مسلمانوں کے علاقہ چھوڑنے پر روتے تھے، واپسی کی دعائیں کرتے تھے۔ بلکہ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ہم جانیں دے دیں گے لیکن عیسائی لشکر کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ تم یہیں رہو ہم حفاظت کریں گے۔

(ماخوذ از فتوح البلدان صفحہ 88-87 باب یوم الیرموک مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2000ء، ماخوذ از سیر الصحابہؓ جلد دوم حصہ اول مہاجرین صفحہ 172-171 ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

پس یہ نیک اعمال کا اثر تھا جو ہر سطح پر مسلمانوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ جس نے اس خوبصورت درخت کی طرف دنیا کو متوجہ کیا اور دنیا کو فیض پہنچایا۔

آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے غلاموں کا یہ فرض ہے کہ ایمان کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے ساتھ اعمال صالحہ کے وہ خوبصورت پتے، شاخیں اور پھل بنیں جو اسلام کی خوبصورتی کی طرف دنیا کو کھینچنے والی ہو۔ جو دنیا کو فیض پہنچانے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے والے بھی ہم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والے بھی ہم ہوں۔ بنی نوع انسان سے محبت بھی ہماری ترجیح ہو اور بنی نوع انسان کی توجہ کھینچنے والے بھی ہم ہوں کیونکہ اس کے بغیر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے کے مقصد کو پورا کرنے والے نہیں بن سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی بار اپنی مختلف تحریروں میں، ارشادات میں، مجالس میں اس طرف ہمیں توجہ دلائی کہ اپنے اعمال صالحہ کی طرف توجہ کرو۔ اپنے اعمال کی طرف توجہ کرو۔ ایسے اعمال بجالاؤ جو صالح عمل ہوں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوں، جو دنیا کو تکلیفوں سے بچانے والے ہوں۔ ایک اقتباس میں نے پہلے شروع میں پڑھا تھا۔ بعض اور اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا یعنی یہ کہ میری تعلیم کیا ہے اور اس کے موافق تمہیں عمل کرنا چاہئے۔ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔ اعمال پَروں کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو اُن کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں۔'' (ایسے کبوتر جن کے ذریعہ سے پیغام پہنچائے جاتے ہیں) ''ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دُور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام مَیں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہئے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 440-439۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آپ دوسروں کو بھی غیروں کو بھی اور اپنوں کو بھی فرما رہے ہیں۔

پھر آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ:

''ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو بہت سی نیکیوں کا وارث بنائے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہی اچھا ہے کیونکہ اس خوف کی وجہ سے اس کو ایک بصیرت ملتی ہے جس کے ذریعہ وہ گناہوں سے بچتا ہے۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعام اور اکرام پر غور کر کے شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اس کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بچتے ہیں۔لیکن ایک قسم لوگوں کی ایسی بھی ہے جو اس کے قہر سے ڈرتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ اچھا اور نیک تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرکھ سے اچھا نکلے۔ بہت لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم متقی ہیں۔مگر اصل میں متقی وہ ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ کے دفتر میں متقی ہو۔اس وقت اللہ تعالیٰ کے اسم ستّار کی تجلی ہے" (یعنی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ستاری فرما رہا ہے)"لیکن قیامت کے دن جب پردہ دری کی تجلی ہوگی اس وقت تمام حقیقت کھل جائے گی۔ اس تجلی کے وقت بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو آج بڑے متقی اور پرہیزگار نظر آتے ہیں قیامت کے دن وہ بڑے فاسق فاجر نظر آئیں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عمل صالح ہماری اپنی تجویز اور قرارداد سے نہیں ہوسکتا۔اصل میں اعمال صالحہ وہ ہیں جس میں کسی نوع کا کوئی فساد نہ ہو کیونکہ صالح فساد کی ضد ہے۔ جیسے غذا طیب اس وقت ہوتی ہے کہ وہ کچی نہ ہو، نہ سڑی ہوئی ہو اور نہ کسی ادنیٰ درجہ کی جنس کی ہو بلکہ ایسی ہو جو فوراً جزوِ بدن ہو جانے والی ہو۔اسی طرح پر ضروری ہے کہ عمل صالح میں بھی کسی قسم کا فساد نہ ہو۔یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو اور پھر نہ اس میں کسی قسم کا کسل ہو، نہ عُجب ہو، نہ ریا ہو، نہ وہ اپنی تجویز سے ہو۔ جب ایسا عمل ہو تو وہ عملِ صالح کہلاتا ہے اور یہ کبریتِ احمر ہے۔" (یعنی بہت بڑی نایاب چیز ہے۔)

اس بارے میں کہ شیطان کس طرح گمراہ کر رہا ہے، ہر وقت مومنوں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔اس لئے تمام لوگوں کو، ہر مومن کو، اس شیطان سے اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کو بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔آپ فرماتے ہیں کہ:

"شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اور اس کے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے یہانتک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے"۔(یہ نہ سمجھیں کہ شیطان نیکی کے کاموں میں گمراہ نہیں کرتا)" اور کسی نہ کسی قسم کا فساد ڈالنے کی تدبیریں کرتا ہے۔نماز پڑھتا ہے تو اس میں بھی ریا وغیرہ کوئی شعبہ فساد کا ملانا چاہتا ہے۔" (یعنی دکھاوے کی نمازیں)" ایک امامت کرانے والے کو بھی اس بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔پس اس کے حملہ سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کے حملے فاسقوں فاجروں پر تو کھلے ہوتے ہیں۔وہ تو اس کا گویا شکار ہیں لیکن زاہدوں پر بھی حملہ کرنے سے وہ نہیں چُوکتا اور کسی نہ کسی رنگ میں موقع پاکر ان پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے۔ جو لوگ خدا کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں اور شیطان کی باریک در باریک شرارتوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ تو بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جو ابھی خام اور کمزور ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 426-425۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر عمل کی ضرورت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"انسان سمجھتا ہے کہ نِرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے یا نِرا اَسۡتَغۡفِرُ اللہ کہہ دینا ہی کافی ہے۔مگر یاد رکھو زبانی لاف وگزاف کافی نہیں۔خواہ انسان زبان سے ہزار مرتبہ اَسۡتَغۡفِرُ اللہ کہے یا سَو مرتبہ تسبیح پڑھے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔کیونکہ خدا نے انسان کو انسان بنایا ہے، طوطا نہیں بنایا۔یہ طوطے کا کام ہے کہ وہ زبان سے تکرار کرتا رہے اور سمجھے خاک بھی نہیں۔انسان کا کام تو یہ ہے کہ جو منہ سے کہتا ہے اس کو سوچ کر کہے اور پھر اس کے موافق عملدرآمد بھی کرے۔" (جو کہہ رہے ہو اس کو سوچو اور پھر اس پر عمل بھی کرو)" لیکن اگر طوطا کی طرح بولتا جاتا ہے تو یاد رکھو نری زبان سے کوئی برکت نہیں ہے۔ جب تک دل سے اُس کے ساتھ نہ ہو اور اُس کے موافق اعمال نہ ہوں وہ نری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں کیونکہ وہ نرا قول ہے خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔خدا تعالیٰ اعمال چاہتا ہے اس لیے بار بار یہی حکم دیا کہ اعمال صالحہ کرو۔ جب تک یہ نہ ہو خدا کے نزدیک نہیں جاسکتے۔بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن کریم ختم کر لیا ہے۔لیکن کوئی اُن سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہؤا؟ نری زبان سے تم نے کام لیا مگر باقی اعضاء کو بالکل چھوڑ دیا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء اس لیے بنائے ہیں کہ ان سے کام لیا جاوے۔یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے کیونکہ ان کی تلاوت نرا قول ہی قول ہوتا ہے اور اس پر عمل نہیں ہوتا۔جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے موافق اپنا چال چلن نہیں بناتا ہے وہ ہنسی کرتا ہے کیونکہ پڑھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا منشاء نہیں، وہ تو عمل چاہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 399-398۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ نے فرمایا کہ:

"اچھی طرح یاد رکھو کہ نری لاف وگزاف اور زبانی قیل وقال کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتی جب تک کہ اس کے ساتھ عمل نہ ہو اور ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء سے نیک عمل نہ کئے جاویں۔جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف بھیج کر صحابہؓ سے خدمت لی۔کیا انہوں نے صرف اسی قدر کافی سمجھا تھا کہ قرآن کو زبان سے پڑھ لیا یا اس پر عمل کرنا ضروری سمجھا تھا؟ انہوں نے اطاعت اور وفاداری دکھائی کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے اور پھر انہوں نے جو کچھ پایا اور خدا تعالیٰ نے اُن کی جس قدر قدر کی وہ پوشیدہ بات نہیں ہے۔"

فرماتے ہیں:" خدا تعالیٰ کے فضل اور فیضان کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو کچھ کر کے دکھاؤ ورنہ نکمّی شئے کی طرح تم پھینک دیئے جاؤ گے۔" فرماتے ہیں" کوئی آدمی اپنے گھر کی اچھی چیزوں اور سونے چاندی کو باہر نہیں پھینک دیتا بلکہ ان اشیاء کو اور تمام کارآمد اور قیمتی چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتے ہو۔لیکن اگر گھر میں کوئی چوہا مرا ہوا دکھائی دے تو اس کو سب سے پہلے باہر پھینک دو گے۔اسی طرح پر خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے۔ان کی عمر دراز کرتا ہے اور ان کے کاروبار میں ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ ان کو ضائع نہیں کرتا اور بے عزتی کی موت نہیں مارتا۔اگر چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہاری قدر کرے تو اس کے واسطے ضروری ہے کہ تم نیک بن جاؤ تا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر ٹھہرو۔ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں وہ ان میں اور ان کے غیروں کے درمیان ایک فرقان رکھ دیتا ہے۔یہی راز انسان کے برکت پانے کا ہے کہ وہ بدیوں سے بچتا رہے۔ایسا شخص جہاں رہے وہ قابل قدر ہوتا ہے کیونکہ اس سے نیکی پہنچتی ہے۔وہ غریبوں سے سلوک کرتا ہے۔ ہمسایوں پر رحم کرتا ہے۔شرارت نہیں کرتا۔جھوٹے مقدمات نہیں بناتا۔جھوٹی گواہیاں نہیں دیتا۔ بلکہ دل کو پاک کرتا ہے اور خدا کی طرف مشغول ہوتا ہے اور خدا کا ولی کہلاتا ہے۔"

فرمایا کہ:" خدا کا ولی بننا آسان نہیں بلکہ بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے لیے بدیوں کا چھوڑنا، بُرے ارادوں اور جذبات کو چھوڑنا ضروری ہے اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ اخلاقی کمزوریوں اور بدیوں کو چھوڑنا بعض اوقات بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ایک خونی خون کرنا چھوڑ سکتا ہے، چور چوری کرنا چھوڑ سکتا ہے لیکن ایک بداخلاق کو غصّہ چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے یا تکبر والے کو تکبر چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں دوسروں کو جو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے پھر خود اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے۔لیکن یہ سچ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی عظمت کے لیے اپنے آپ کو چھوٹا بناوے گا خدا تعالیٰ اس کو خود بڑا بنا دے گا۔ یہ یقینا یاد رکھو کہ کوئی بڑا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آپ کو چھوٹا نہ بنائے" (یعنی اپنے آپ کو چھوٹا نہ بنائے)" یہ ایک ذریعہ ہے جس سے انسان کے دل پر ایک نور نازل ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے۔جس قدر اولیاء اللہ دنیا میں گذرے ہیں اور آج لاکھوں انسان جن کی قدر ومنزلت کرتے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو ایک چیونٹی سے بھی کمتر سمجھا جس پر خدا تعالیٰ کا فضل ان کے شامل حال ہوا اور ان کو وہ مدارج عطا کئے جس کے وہ مستحق تھے۔تکبر، بخل، غرور وغیرہ بداخلاقیاں بھی اپنے اندر شرک کا

ایک حصہ رکھتی ہیں اس لیے ان بد اخلاقیوں کا مرتکب خدا تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ نہیں لیتا بلکہ وہ محروم ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے غربت و انکسار کرنے والا خدا تعالیٰ کے رحم کا مورد بنتا ہے۔'' (ملفوظات جلد 6 صفحہ 401-400۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر تین اشخاص بیعت کے لئے آئے۔ بیعت کے بعد آپ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ:

''آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔'' فرمایا: ''صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک عمل اچھے نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گزارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دعا، تضرع، صدقہ خیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔...... نرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پس پشت ڈال دے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرنی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 274۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر عمل صالح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

''سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طبیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے پیوے۔ اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔'' فرمایا کہ: ''اب اِس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا ہے اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 275۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ: ''وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجے تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی ان کے نزدیک نہ آ سکے۔ وہ پنجوقتہ نماز کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذاء نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل، بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 220 اشتہار نمبر 191 بعنوان ''اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کے لئے ایک ضروری اشتہار'')

پس یہ وہ نصائح ہیں جو ہمیں ہر وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں بننے والا بنائیں گی۔ اسی سے ہمارے عہد بیعت کا مقصد بھی پورا ہوگا۔ یہی باتیں ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والا بھی بنائیں گی اور انہی اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ہم دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا بھی بنا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن حقیقی مومنوں میں بنائے جو ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جانے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوتے ہیں۔

❀❀❀ ❀❀❀

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے — کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے — یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا — نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا — کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے — ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند — ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں — وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں — باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں — دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبر سے ہمیں — ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت — اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام — دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم — جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا — افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ — تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ — اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال — سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار — سب کا دل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے
نقشِ ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے — اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اڑایا ہم نے
تیرا میخانہ جو اِک مرجعِ عالم دیکھا — خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے — تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات — لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش — جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا — نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام — مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا دلنشین تذکرہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب جو ہمارے حقیقی ماموں ہیں ان کا ایک مضمون الحق دہلی مورخہ ۲۶/۱۹ جون ۱۹۱۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شمائل کے متعلق شائع ہوا تھا یہ مضمون حضرت صاحب کے شمائل میں ایک بہت عمدہ مضمون ہے اور میر صاحب موصوف کے بیس سالہ ذاتی مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہے۔ میر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

احمدی تو خدا کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود ہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی مگر احمد کے دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فرق ہے۔ دیکھنے والوں کے دل میں ایک سرور اور لذت اسکے دیدار اور صحبت کی اب تک باقی ہے۔ نہ دیکھنے والے بارہا تاسف کرتے پائے گئے کہ ہائے ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اس کی زندگی میں دیکھ لیا۔ تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے اور وہ فرق بھی وہی جانتے ہیں جنھوں نے اصل کو دیکھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ احمد (علیہ السلام) کے حلیہ اور عادات پر کچھ تحریر کروں ۔ شاید ہمارے وہ دوست جنہوں نے اس ذات بابرکت کو نہیں دیکھا حظ اُٹھاویں۔

حلیہ مبارک

بجائے اس کے کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں اور ہر چیز پر خود کوئی نوٹ دوں یہ بہتر ہے کہ میں سرسری طور پر اس کا ذکر کرتا جاؤں اور نتیجہ پڑھنے والے کی اپنی رائے پر چھوڑ دوں ۔ آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہوسکتا ہے کہ

''آپ مردانہ حسن کے اعلیٰ نمونہ تھے''

مگر یہ فقرہ بالکل نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دوسرا یہ نہ ہو کہ

''یہ حسن انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا۔''

اور جس طرح آپ جمالی رنگ میں اس امت کیلئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا اور دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آپ کے چہرہ پر نورانیت کے ساتھ رعونت ، ہیبت اور استکبار نہ تھے بلکہ فروتنی ، خاکساری اور محبت کی آمیزش موجود تھی ۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ میں بیان کرتا ہوں کہ جب حضرت اقدس چولہ صاحب کو دیکھنے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو وہاں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سایہ میں کپڑا بچھا دیا گیا اور سب لوگ بیٹھ گئے آس پاس کے دیہات اور خاص قصبہ کے لوگوں نے حضرت صاحب کی آمد سُن کر ملاقات اور مصافحہ کیلئے آنا شروع کیا۔ اور جو شخص آتا مولوی سید محمد احسن صاحب کی طرف آتا اور اُن کو حضرت اقدس سمجھ کر مصافحہ کر کے بیٹھ جاتا۔ غرض کچھ دیر تک لوگوں پر یہ امر نہ کھلا، جب تک خود مولوی صاحب موصوف نے اشارہ سے اور یہ کہہ کر لوگوں کو ادھر متوجہ نہ کیا کہ ''حضرت صاحب یہ ہیں'' بعینہٖ ایسا واقعہ ہجرت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ میں پیش آیا تھا۔ وہاں بھی لوگ حضرت ابو بکرؓ کو رسولِ خدا سمجھ کر مصافحہ کرتے رہے جب تک کہ انہوں نے آپ پر چادر سے سایہ کر کے لوگوں کو ان کی غلطی سے آگاہ نہ کر دیا۔

جسم اور قد

آپ کا جسم دُبلا نہ تھا نہ آپ بہت موٹے تھے البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے۔ قد متوسط تھا اگرچہ ناپا نہیں گیا مگر اندازاً پانچ فٹ آٹھ انچ کے قریب ہوگا ۔ کندھے اور چھاتی کشادہ اور آخر عمر تک سیدھے رہے نہ کمر جھکی نہ کندھے۔ تمام جسم کے اعضاء میں تناسب تھا۔ یہ نہیں کہ ہاتھ بے حد لمبے ہوں یا ٹانگیں یا پیٹ اندازہ سے زیادہ نکلا ہوا ہو۔ غرض کسی قسم کی بدصورتی آپ کے جسم میں نہ تھی ۔ جلد آپ کی متوسط درجہ کی تھی نہ سخت ، نہ کھردری اور نہ ایسی ملائم جیسی عورتوں کی ہوتی ہے ۔ آپ کا جسم پلپلا اور نرم نہ تھا بلکہ مضبوط اور جوانی کی سی سختی لئے ہوئے ۔ آخر عمر میں آپ کی کھال کہیں سے بھی نہیں لٹکی نہ آپ کے جسم پر جھرّیاں پڑیں۔

آپ کا رنگ

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین ست
زاں ساں کہ آمد ست در اخبار سرورم

آپ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک نورانیت اور سُرخی جھلک مارتی تھی ۔ اور یہ چمک جو آپ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی ۔ کبھی کسی صدمہ ، رنج ، ابتلا ، مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا اور ہمیشہ چہرہ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا کسی مصیبت اور تکلیف نے اس چمک کو دور نہیں کیا۔ علاوہ اس چمک اور نور کے آپ کے چہرہ پر ایک بشاشت اور تبسم ہمیشہ رہتا تھا اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر یہ شخص مفتری ہے اور دل میں اپنے تئیں جھوٹا جانتا ہے تو اسکے چہرہ پر یہ بشاشت اور خوشی اور فتح اور طمانیت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ نیک ظاہر کسی بد باطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا۔ اور ایمان کا نور بدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہوسکتا۔ آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آگیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں۔ بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اُداسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں مگر یہ خدا کا شیر گھر سے نکلتا ہے ہنستا ہوا اور جماعت کے سربرآوردوں کو مسجد میں بلاتا ہے مسکراتا ہوا۔ ادھر حاضرین کے دل بیٹھے جاتے ہیں ۔ ادھر وہ کہہ رہا ہے کہ لو پیش گوئی پوری ہوگئی ۔ اِطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ مجھے الہام ہوا اس نے حق کی طرف رجوع کیا حق نے اس کی طرف رجوع کیا۔ کسی نے اس کی بات مانی نہ مانی اس نے اپنی سُنا دی اور سننے والوں نے اس کے چہرہ کو دیکھ کر یقین کیا کہ یہ سچا ہے۔ ہم کو غم کھا رہا ہے اور یہ بے فکر اور بے غم مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے۔ اس طرح کہ گویا حق تعالیٰ نے آتھم کے معاملہ کا فیصلہ اسی کے اپنے ہاتھ میں دیدیا۔ اور پھر اس نے آتھم کا رجوع اور بیقراری دیکھ کر خود اپنی طرف سے مہلت دیدی اور اب اس طرح خوش ہے جس طرح ایک دشمن کو مغلوب کر کے ایک پہلوان پھر محض اپنی دریا دلی سے خود ہی اسے چھوڑ دیتا ہے کہ جاؤ ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ ہم مرے کو مارنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔

لیکھرام کی پیشگوئی پوری ہوئی مخبروں نے فوراً اتہام لگانے شروع کئے ۔ پولیس میں تلاشی کی درخواست کی گئی۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس یکا یک تلاشی کیلئے آموجود ہوئے ۔ لوگ الگ کر دیئے گئے اندر کے باہر اور باہر کے اندر نہیں جاسکتے ۔ مخالفین کا یہ زور کہ ایک حرف بھی تحریر کا مشتبہ نکلے تو پکڑ لیں مگر آپ کا یہ عالم کہ وہی خوشی اور مسرت چہرہ پر ہے اور خود پولیس افسروں کو لیجا لیجا کر اپنے بستے اور کتابیں تحریریں اور خطوط اور کوٹھریاں اور مکان دکھا رہے ہیں ۔ کچھ خطوط انہوں نے مشکوک سمجھ کر اپنے قبضہ میں بھی کر لئے ہیں ۔ مگر یہاں وہی چہرہ ہے اور وہی مسکراہٹ ۔ گویا نہ صرف بے گناہی بلکہ ایک فتح مبین اور اتمام حجت کا موقعہ نزدیک آتا جاتا ہے ۔ برخلاف اس کے باہر جو لوگ بیٹھے ہیں ان کے چہروں کو دیکھو وہ ہر ایک کانسٹیبل کو باہر نکلتے اور اندر جاتے دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہیں ۔ ان کا رنگ فق ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ اندر تو وہ جس کی آبرو کا انہیں فکر ہے خود افسروں کو بلا بلا کر اپنے بستے اور اپنی تحریریں دکھلا رہا ہے اور اسکے چہرے پر ایک مسکراہٹ ایسی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب حقیقت پیشگوئی کی پورے طور پر کھلے گی اور میرا دامن ہر طرح کی آلائش اور سازش سے پاک ثابت ہو گا۔ غرض یہی حالت تمام مقدمات ، ابتلاؤں مصائب اور مباحثات میں رہی اور یہ وہ اطمینان قلب کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ تھا جسے دیکھ کر بہت سی سعید روحیں

ایمان لے آئی تھیں۔

آپ کے بال

آپ کے سر کے بال نہایت باریک سیدھے، چکنے، چمکدار اور نرم تھے اور مہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے۔ گھنے اور کثرت سے نہ تھے بلکہ کم کم اور نہایت ملائم تھے۔ گردن تک لمبے تھے۔ آپ نہ سر منڈواتے تھے نہ خشخاش یا اس کے قریب کترواتے تھے بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر پٹے رکھے جاتے ہیں۔ سر میں تیل بھی ڈالتے تھے۔ چنبیلی یا حنا وغیرہ کا۔ یہ عادت تھی کہ بال سوکھے نہ رکھتے تھے۔

ریش مبارک

آپ کی داڑھی اچھی گھندار تھی، بال مضبوط، موٹے اور چمکدار سیدھے اور نرم، حنا سے سرخ رنگے ہوئے تھے۔ ڈاڑھی کو لمبا چھوڑ کر حجامت کے وقت فاضل آپ کتروا دیتے تھے یعنی بے ترتیب اور ناہموار نہ رکھتے تھے بلکہ سیدھی نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ داڑھی میں بھی ہمیشہ تیل لگایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک پھنسی گال پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے کچھ بال پورے بھی کتروائے تھے اور وہ تبرک کے طور پر لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں۔ ریش مبارک تینوں طرف چہرہ کے تھی۔ اور بہت خوبصورت۔ نہ اتنی کم کہ چھدری اور نہ صرف ٹھوڑھی پر ہو نہ اتنی کہ آنکھوں تک بال پہنچیں۔

وسمہ مہندی

ابتداء ایام میں آپ وسمہ اور مہندی لگایا کرتے تھے۔ پھر دماغی دورے بکثرت ہونے کی وجہ سے سر اور ریش مبارک پر آخر عمر تک مہندی ہی لگاتے رہے وسمہ ترک کر دیا تھا۔ البتہ کچھ روز انگریزی وسمہ بھی استعمال فرمایا مگر پھر ترک کر دیا۔ آخری دنوں میں میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک وسمہ تیار کر کے پیش کیا تھا وہ لگاتے تھے۔ اس سے ریش مبارک میں سیاہی آ گئی تھی۔ مگر اس کے علاوہ ہمیشہ برسوں مہندی پر ہی اکتفا کی جو اکثر جمعہ کے جمعہ یا بعض اوقات اور دنوں میں بھی آپ نائی سے لگوایا کرتے تھے۔

ریش مبارک کی طرح موچھوں کے بال بھی مضبوط اور اچھے موٹے اور چمکدار تھے۔ آپ لبیں کترواتے تھے۔ مگر نہ اتنی کہ جو وہابیوں کی طرح مونڈی ہوئی معلوم ہوں نہ اتنی لمبی کہ ہونٹ کے کنارے سے نیچی ہوں۔

جسم پر آپ کے بال صرف سامنے کی طرف تھے۔ پشت پر نہ تھے اور بعض اوقات سینہ اور پیٹ کے بال آپ مونڈ دیا کرتے تھے یا کتروا دیتے تھے۔ پنڈلیوں پر بہت کم بال تھے اور جو تھے وہ نرم اور چھوٹے اس طرح ہاتھوں کے بھی۔

چہرۂ مبارک

آپکا چہرہ کتابی یعنی معتدل لمبا تھا اور حالانکہ عمر شریف ۷۰ اور ۸۰ کے درمیان تھی پھر بھی جھریوں کا نام ونشان نہ تھا۔ اور نہ متفکر اور غصہ ور طبیعت والوں کی طرح پیشانی پر شکن کے نشانات نمایاں تھے۔ رنج، فکر، تردد یا غم کے آثار چہرہ پر دیکھنے کی بجائے زیارت کنندہ اکثر تبسم اور خوشی کے آثار ہی دیکھتا تھا۔ آپ کی آنکھوں کی سیاہی، سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں مگر پپوٹے اس وضع کے تھے کہ سوائے اس وقت کے جب آپ ان کو خاص طور پر کھولیں ہمیشہ قدرتی غض بصر کے رنگ میں رہتی تھیں بلکہ جب مخاطب ہو کر بھی کلام فرماتے تھے تو آنکھیں نیچے ہی رہتی تھیں اسی طرح جب مردانہ مجالس میں بھی تشریف لے جاتے تو بھی اکثر ہر وقت نظر نیچے ہی رہتی تھی۔ گھر میں بھی بیٹھتے تو اکثر آپ کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہے۔ اس جگہ یہ بات بھی بیان کے قابل ہے کہ آپ نے کبھی عینک نہیں لگائی اور آپ کی آنکھیں کام کرنے سے کبھی نہ تھکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ حفاظت عین کا ایک وعدہ تھا جس کے ماتحت آپ کی چشمان مبارک آخر وقت تک بیماری اور تکان سے محفوظ رہیں البتہ پہلی رات کا ہلال آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔

ناک حضرت اقدس کی نہایت خوبصورت اور بلند بالا تھی، پتلی، سیدھی، اونچی اور موزوں نہ پھیلی ہوئی تھی نہ موٹی۔ کان آنحضور کے متوسط یا متوسط سے ذرا بڑے۔ نہ باہر کو بہت بڑھے ہوئے نہ بالکل سر کے ساتھ لگے ہوئے۔ قلمی آم کی قاش کی طرح اوپر سے بڑے نیچے سے چھوٹے۔ قوت شنوائی آپ کی آخر وقت تک عمدہ اور خدا کے فضل سے برقرار رہی۔

رخسار مبارک آپ کے نہ پچکے ہوئے اندر کو تھے نہ اتنے موٹے کہ باہر کو نکل آویں نہ رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ بھنویں آپ کی الگ الگ تھیں۔ پیوستہ ابرو نہ تھے۔

پیشانی اور سر مبارک

پیشانی مبارک آپ کی سیدھی اور بلند اور چوڑی تھی اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپ کے جبیں سے ٹپکتی تھی۔ علم قیافہ کے مطابق ایسی پیشانی بہترین نمونہ اعلیٰ صفات اور اخلاق کا ہے۔ یعنی جو سیدھی ہو نہ آگے کو نکلی ہوئی نہ پیچھے کو دھسی ہوئی اور بلند ہو یعنی اونچی اور کشادہ ہو اور چوڑی ہو۔ بعض پیشانیاں گو اونچی ہوں مگر چوڑان ماتھے کی تنگ ہوتی ہے، آپ میں یہ تینوں خوبیاں جمع تھیں۔ اور پھر یہ خوبی کہ چیں بجبیں بہت کم پڑتی تھی۔ سر آپکا بڑا تھا، خوبصورت بڑا تھا، اور علم قیافہ کی رو سے ہر سمت سے پورا تھا۔ یعنی لمبا بھی تھا، چوڑا بھی تھا، اونچا بھی اور سطح اوپر کی۔ اکثر حصہ ہموار اور پیچھے سے بھی گولائی درست تھی۔ آپ کی کنپٹی کشادہ تھی اور آپ کی کمال عقل پر دلالت کرتی تھی۔''

لب مبارک

آپ کے لب مبارک پتلے نہ تھے مگر تاہم ایسے موٹے بھی نہ تھے کہ برے لگیں۔ دہانہ آپ کا متوسط تھا۔ اور جب بات نہ کرتے ہوں تو منہ کھلا نہ رہتا تھا۔ بعض اوقات مجلس میں جب خاموش بیٹھے ہوں تو آپ عمامہ کے شملہ سے دہان مبارک ڈھک لیا کرتے تھے۔

دندان مبارک آپ کے آخر عمر میں کچھ خراب ہو گئے تھے یعنی کیڑا بعض ڈاڑھوں کو لگ گیا تھا جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ڈاڑھ کا سرا ایسا نوکدار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تو ریتی کے ساتھ اس کو گھسوا کر برابر بھی کرایا تھا۔ مگر کبھی کوئی دانت نکلوایا نہیں۔ مسواک آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

پیر کی ایڑیاں آپ کی بعض دفعہ گرمیوں کے موسم میں پھٹ جایا کرتی تھیں۔ اگرچہ گرم کپڑے سردی گرمی برابر پہنتے تھے۔ تاہم گرمیوں میں پسینہ بھی خوب آ جاتا تھا مگر آپ کے پسینہ میں کبھی بو نہیں آتی تھی خواہ کتنے ہی دن بعد کرتا بدلیں اور کیسا ہی موسم ہو۔

گردن مبارک

آپ کی گردن متوسط لمبائی اور موٹائی میں تھی۔ آپ اپنے مطاع نبی کریم ﷺ کی طرح ان کے اتباع میں ایک حد تک جسمانی زینت کا خیال ضرور رکھتے تھے۔ غسل جمعہ، حجامت، حنا، مسواک روغن اور خوشبو، کنگھی اور آئینہ کا استعمال برابر مسنون طریق پر آپ فرمایا کرتے تھے مگر ان باتوں میں انہاک آپ کی شان سے بہت دُور تھا۔

لباس

سب سے اوّل یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ آپ کو کسی قسم کے خاص لباس کا شوق نہ تھا۔ آخری ایام کے کچھ سالوں میں آپ کے پاس کپڑے سادے اور سلے سلائے بطور تحفہ کے بہت آتے تھے۔ خاص کر کوٹ صدری اور پائجامہ قمیص وغیرہ جو اکثر شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری ہر عید بقرعید کے موقعہ پر اپنے ہمراہ نذر لاتے تھے وہی آپ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ مگر علاوہ ان کے کبھی کبھی آپ خود بھی بنوا لیا کرتے تھے۔ عمامہ تو اکثر خود ہی خرید کر باندھتے تھے۔ جس طرح کپڑے بنتے تھے اور استعمال ہوتے تھے اُس طرح ساتھ ساتھ خرچ بھی ہوتے جاتے تھے یعنی ہر وقت تبرک مانگنے والے طلب کرتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ تو یہ نوبت پہنچ جاتی تھی کہ آپ ایک کپڑا بطور تبرک کے عطا فرماتے تو دوسرا بنوا کر اس وقت پہننا پڑتا اور بعض سمجھدار اس طرح بھی کرتے تھے کہ مثلاً ایک کپڑا اپنا بھیج دیا اور ساتھ عرض کر دیا کہ حضور ایک اپنا اترا ہوا تبرک مرحمت فرما دیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب آپ کے لباس کی ساخت سُنئے۔ عموماً یہ کپڑے آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ کرتہ یا قمیص، پائجامہ، صدری، کوٹ، عمامہ۔ اس کے علاوہ رومال بھی ضرور رکھتے تھے اور جاڑوں میں جرابیں۔ آپ کے سب کپڑوں میں خصوصیت یہ تھی کہ وہ بہت کھلے کھلے ہوتے تھے۔ اور اگرچہ شیخ صاحب مذکور کے آوردہ کوٹ انگریزی طرز کے ہوتے مگر وہ بھی بہت کشادہ اور لمبے یعنی گھٹنوں سے نیچے ہوتے تھے اور جُبّہ اور چوغہ بھی جو آپ پہنتے تھے تو وہ بھی ایسے لمبے کہ بعض تو ان میں سے ٹخنے تک پہنچتے تھے۔ اسی طرح کُرتے اور صدریاں بھی کشادہ ہوتی تھیں۔

بنیان آپ کبھی نہ پہنتے تھے بلکہ اس کی تنگی سے گھبراتے تھے۔ گرم قمیص جو پہنتے تھے ان کا اکثر اوپر کا بٹن کُھلا رکھتے تھے۔ اسی طرح صدری اور کوٹ کا اور قمیص کے کفوں میں اگر بٹن ہوں تو وہ بھی ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ آپکا طرز عمل '' مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ '' کے ماتحت تھا کہ کسی مصنوعی جکڑ بندی میں جو شرعاً غیر ضروری ہے پابند رہنا آپ کے مزاج کے خلاف تھا اور نہ آپ کو کبھی پرواہ تھی کہ لباس عمدہ ہے یا برش کیا ہوا ہے یا بٹن سب درست لگے ہوئے ہیں یا نہیں صرف لباس کی اصلی غرض

مطلوب تھی ۔ بار ہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے ہوئے دیکھے گئے ۔ آپ کی توجہ ہمہ تن اپنے مشن کی طرف تھی اور اصلاح امت میں اتنے محو تھے کہ اصلاح لباس کی طرف توجہ نہ تھی ۔ آپ کا لباس آخر عمر میں چند سال سے بالکل گرم وضع کا ہی رہتا تھا ۔ یعنی کوٹ اور صدری اور پاجامہ گرمیوں میں بھی گرم رکھتے تھے اور یہ علالت طبع کے باعث تھا ۔ سردی آپ کو موافق نہ تھی ۔ اس لئے اکثر گرم کپڑے رکھا کرتے تھے ۔ البتہ گرمیوں میں نیچے کرتہ ململ کا رہتا تھا بجائے گرم کُرتے کے ۔ پاجامہ آپ کا معروف شرعی وضع کا ہوتا تھا (پہلے غرارہ یعنی ڈھیلا مردانہ پاجامہ بھی پہنا کرتے تھے ۔ مگر آخر عمر میں ترک کر دیا تھا) مگر گھر میں گرمیوں میں کبھی کبھی دن کو اور عادتًا رات کے وقت تہ بند باندھ کر خواب فرمایا کرتے تھے ۔

صدری گھر میں اکثر پہنے رہتے مگر کوٹ عموماً باہر جاتے وقت ہی پہنتے اور سردی کی زیادتی کے دنوں میں اوپر تلے دو دو کوٹ بھی پہنا کرتے بلکہ بعض اوقات پوستین بھی ۔

صدری کی جیب میں یا بعض اوقات کوٹ کی جیب میں آپکا رومال ہوتا تھا ۔ آپ ہمیشہ بڑا رومال رکھتے تھے ۔ نہ کہ چھوٹا جنٹلمینی رومال جو آج کل کا بہت مروج ہے اسی کے کونوں میں آپ مشک اور ایسی ہی ضروری ادویہ جو آپ کے استعمال میں رہتی تھیں اور ضروری خطوط وغیرہ باندھ رکھتے تھے اور اسی رومال میں نقد وغیرہ جو نذر لوگ مسجد میں پیش کر دیتے تھے باندھ لیا کرتے ۔

گھڑی بھی ضرور آپ اپنے پاس رکھا کرتے مگر اس کی کنجی دینے میں چونکہ اکثر ناغہ ہو جاتا اس لئے اکثر وقت غلط ہی ہوتا تھا ۔ اور چونکہ گھڑی جیب میں سے اکثر نکل پڑتی اس لئے آپ اسے بھی رومال میں باندھ لیا کرتے گھڑی کو ضرورت کیلئے رکھتے نہ زیبائش کیلئے ۔

آپ کو دیکھ کر کوئی شخص ایک لمحہ کیلئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس شخص کی زندگی میں یا لباس میں کسی قسم کا بھی تصنع ہے یا یہ زیب و زینت دنیوی کا دلدادہ ہے ۔ ہاں البتہ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ کے ماتحت آپ صاف اور ستھری چیز ہمیشہ پسند فرماتے اور گندی اور میلی چیز سے سخت نفرت رکھتے ۔

صفائی کا اس قدر اہتمام تھا کہ بعض اوقات آدمی موجود نہ ہو تو بیت الخلا میں خود فینائل ڈالتے تھے ۔ عمامہ شریف آپ ململ کا باندھا کرتے تھے اور اکثر دس گز یا کچھ اوپر لمبا ہوتا تھا ۔ شملہ آپ لمبا چھوڑتے تھے کبھی کبھی شملہ کو آگے ڈال لیا کرتے اور کبھی اس کا پلّہ دہن مبارک پر بھی رکھ لیتے ۔ جبکہ مجلس میں خاموشی ہوتی ۔ عمامہ کے باندھنے کی آپ کی خاص وضع تھی ۔ نوک تو ضرور سامنے ہوتی مگر سر پر ڈھیلا ڈھالا لپٹا ہوا ہوتا تھا ۔ عمامہ کے نیچے اکثر رومی ٹوپی رکھتے تھے اور گھر میں عمامہ اُتار کر صرف یہ ٹوپی ہی پہنے رہا کرتے مگر نرم قسم کی دوہری جو سخت قسم کی نہ ہوتی ۔

جرابیں آپ سردیوں میں استعمال فرماتے اور ان پر مسح فرماتے ۔ بعض اوقات زیادہ سردی میں دو دو جرابیں اوپر تلے چڑھا لیتے ۔ مگر بار ہا جراب اس طرح پہن لیتے کہ وہ پیر پر ٹھیک نہ چڑھتی ۔ کبھی تو سرا آگے لٹکتا رہتا اور کبھی جراب کی ایڑی کی جگہ پیر کی پشت پر آجاتی ۔ کبھی ایک جراب سیدھی دوسری الٹی ۔ اگر جراب کہیں سے کچھ پھٹ جاتی تو بھی مسح جائز رکھتے بلکہ فرماتے تھے کہ رسول ﷺ کے اصحاب ایسے موزوں پر بھی مسح کر لیا کرتے تھے جس میں سے ان کی انگلیوں کے پوٹے باہر نکلے رہا کرتے ۔

جوتی آپ کی دیسی ہوتی ، خواہ کسی وضع کی ہو ، پوٹھواری ، لاہوری ، لدھیانوی ، سلیم شاہی ہر وضع کی پہن لیتے مگر ایسی جو کھلی کھلی ہو ۔ انگریزی بوٹ کبھی نہیں پہنا ۔ گرگابی حضرت صاحب کو پہنے میں نے نہیں دیکھا ۔

جوتی اگر تنگ ہوتی تو اس کی ایڑی بٹھا لیتے مگر ایسی جوتی کے ساتھ باہر تشریف نہیں لیجاتے تھے ۔ لباس کے ساتھ ایک چیز کا اور بھی ذکر کر دیتا ہوں وہ یہ کہ آپ عصا ضرور رکھتے تھے ۔ گھر میں یا جب مسجد مبارک میں روزانہ نماز کو جانا ہوتا تب تو نہیں مگر مسجد اقصیٰ کو جانے کے وقت یا جب باہر سیر وغیرہ کیلئے تشریف لاتے تو ضرور ہاتھ میں ہوا کرتا تھا ۔ اور موٹی اور مضبوط لکڑی کو پسند فرماتے مگر کبھی اس پر سہارا یا بوجھ دے کر نہ چلتے تھے جیسے اکثر ضعیف العمر آدمیوں کی عادت ہوتی ہے ۔

موسم سرما میں ایک دھسّہ لیکر آپ مسجد میں نماز کیلئے تشریف لایا کرتے تھے جو اکثر آپ کے کندھے پر پڑا ہوا ہوتا تھا اور اسے اپنے آگے ڈال لیا کرتے تھے ۔ جب تشریف رکھتے تو پھر پیروں پر ڈال لیتے ۔

کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ ، صدری ، ٹوپی ، عمامہ رات کو اُتار کر تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھونٹی پر ٹانک دیتے ہیں ، وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو ان کی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دشمن ان کو دیکھ لے تو سر پیٹ لے ۔

موسم گرما میں دن کو بھی اور رات کو تو اکثر آپ کپڑے اُتار دیتے اور صرف چادر یا لنگی باندھ لیتے ۔ گرمی دانے بعض دفعہ بہت نکل آتے تو اس کی خاطر بھی کرتہ اُتار دیا کرتے ۔ تہ بند اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا اور گھٹنوں سے اوپر ایسی حالتوں میں مجھے یاد نہیں کہ آپ برہنہ ہوئے ہوں ۔

آپ کے پاس کچھ کنجیاں بھی رہتی تھیں یہ یا تو رومال میں یا اکثر ازار بند میں باندھ کر رکھتے ۔ روئی دار کوٹ پہننا آپ کی عادت میں داخل نہ تھا ۔ نہ ایسی رضائی اوڑھ کر باہر تشریف لاتے بلکہ چادر پشمینہ کی یا دھسہ رکھا کرتے تھے اور وہ بھی سر پر کبھی نہیں اوڑھتے تھے بلکہ کندھوں اور گردن تک رہتی تھی ۔ گلوبند اور دستانوں کی آپکو عادت نہ تھی ۔ بستر آپ کا ایسا ہوتا تھا کہ ایک لحاف جس میں پانچ چھ سیر روئی کم از کم ہوتی تھی اور اچھا لمبا چوڑا ہوتا تھا ۔ چادر بستر کے اوپر اور تکیہ اور توشک ۔ توشک آپ گرمی ، جاڑے دونوں موسموں میں بسبب سردی کی ناموافقت کے بچھواتے تھے ۔

تحریر وغیرہ کا سب کام پلنگ پر ہی اکثر فرمایا کرتے اور دوات ، قلم ، بستہ اور کتابیں یہ سب چیزیں پلنگ پر موجود رہا کرتی تھیں کیونکہ یہی جگہ میز کرسی اور لائبریری سب کا کام دیتی تھی ۔ اور مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ کا عملی نظارہ خوب واضح طور پر نظر آتا تھا ۔ ایک بات کا ذکر کرنا میں بھول گیا وہ یہ کہ آپ امیروں کی طرح ہر روز کپڑے نہ بدلا کرتے تھے بلکہ جب ان کی صفائی میں فرق آنے لگتا تب بدلتے تھے ۔

خوراک کی مقدار

قرآن شریف میں کفار کیلئے وارد ہے يَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ (محمد:۱۳) اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ کافر سات انتڑی میں کھاتا اور مومن ایک میں ۔ مراد ان باتوں سے یہ ہے کہ مومن طیب چیز کھانے والا اور دنیا دار یا کافر کی نسبت بہت کم خور ہوتا ہے ۔ جب مومن کا یہ حال ہوا تو پھر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا تو کیا کہنا ۔ آنحضرت ﷺ کے دستر خوان پر بھی اکثر ایک سالن ہی ہوتا تھا ۔ بلکہ ستّو یا صرف کھجور یا دودھ کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی ۔ اسی سنت پر ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت ہی کم خور تھے اور بمقابلہ اس کام اور محنت کے جس میں حضور دن رات لگے رہتے تھے اکثر حضور کی غذا دیکھی جاتی تو بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہ کہہ اُٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر یہ شخص زندہ کیونکر رہ سکتا ہے ۔ خواہ کھانا کیسا ہی عمدہ اور لذیذ ہو اور کیسی ہی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونس کر نہیں کھاتے تھے ۔ عام طور پر دن میں دو وقت مگر بعض اوقات جب طبیعت خراب ہوتی تو دن بھر میں ایک ہی دفعہ کھانا نوش فرمایا کرتے تھے ۔ علاوہ اس کے چائے وغیرہ ایک پیالی صبح کو بطور ناشتہ بھی پی لیا کرتے تھے ۔ مگر جہاں تک میں نے غور کیا آپ کو لذیذ مزیدار کھانے کا ہرگز شوق نہ تھا ۔

اوقات

معمولاً آپ صبح کا کھانا ۱۰ بجے سے ظہر کی اذان تک اور شام کا نماز مغرب کے بعد سے سونے کے وقت تک کھا لیا کرتے تھے ۔ کبھی شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا تھا کہ دن کا کھانا آپ نے بعد ظہر کھایا ہو ۔ شام کا کھانا مغرب سے پہلے کھانے کی عادت نہ تھی ۔ مگر کبھی کبھی کھا لیا کرتے تھے ۔ مگر معمول دو طرح کا تھا جن دنوں میں آپ بعد مغرب ، عشاء تک باہر تشریف رکھا کرتے تھے اور کھانا گھر میں کھاتے تھے ان دنوں میں یہ وقت عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا ورنہ مغرب اور عشاء کے درمیان ۔

مدتوں آپ باہر مہمانوں کے ہمراہ کھانا کھایا کرتے تھے ۔ اور یہ دستر خوان گول کمرہ یا مسجد مبارک میں بچھا کرتا تھا ۔ اور خاص مہمان آپ کے ہمراہ دستر خوان پر بیٹھا کرتے تھے ۔ یہ عام طور پر وہ لوگ ہوا کرتے تھے جن کو حضرت صاحب نامزد کر دیا کرتے تھے ۔ ایسے دستر خوان پر تعداد کھانے والوں کی دس سے بیس پچیس تک ہو جایا کرتی تھی ۔

گھر میں جب کھانا نوش جان فرماتے تھے تو آپ کبھی تنہا مگر اکثر ام المومنین اور کسی ایک یا سب بچوں کو ساتھ لیکر تناول فرمایا کرتے تھے ۔ یہ عاجز کبھی قادیان میں ہوتا تو اس کو بھی شرف اس خانگی دستر خوان پر بیٹھنے کا مل جایا کرتا تھا ۔

سحری آپ ہمیشہ گھر میں ہی تناول فرماتے تھے اور ایک دو موجودہ آدمیوں کے ساتھ یا تنہا۔ سوائے گھر کے باہر جب کبھی آپ کھانا کھاتے تو آپ کسی کے ساتھ نہ کھاتے تھے یہ آپ کا حکم نہ تھا مگر خدام آپ کو عزت کی وجہ سے ہمیشہ الگ ہی برتن میں کھانا پیش کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اور مہمان بھی سوائے کسی خاص وقت کے الگ الگ ہی برتنوں میں کھایا کرتے تھے۔

کس طرح کھانا تناول فرماتے تھے

جب کھانا آگے رکھا جاتا یا دسترخوان بچھتا تو آپ اگر مجلس میں ہوتے تو یہ پوچھ لیا کرتے۔ کیوں جی شروع کریں؟ مطلب یہ کہ کوئی مہمان رہ تو نہیں گیا یا سب کے آگے کھانا آگیا۔ پھر آپ جواب ملنے پر کھانا شروع کرتے اور تمام دوران میں نہایت آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھاتے۔ کھانے میں کوئی جلدی آپ سے صادر نہ ہوتی آپ کھانے کے دوران میں ہر قسم کی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ سالن آپ بہت کم کھاتے تھے۔ اور اگر کسی خاص دعوت کے موقعہ پر دو تین قسم کی چیزیں سامنے ہوں تو اکثر صرف ایک ہی پر ہاتھ ڈالا کرتے تھے اور سالن کی جو رکابی آپ کے آگے سے اُٹھتی تھی وہ اکثر ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بہت بوٹیاں یا ترکاری آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی بلکہ صرف لعاب سے اکثر چھوا کر ٹکڑا کھا لیا کرتے تھے۔ لقمہ چھوٹا ہوتا تھا اور روٹی کے ٹکڑے آپ بہت سے کر لیا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کی عادت تھی دسترخوان سے اُٹھنے کے بعد سب سے زیادہ ٹکڑے روٹی کے آپ کے آگے سے ملتے تھے اور لوگ بطور تبرک کے اُن کو اُٹھا کر کھا لیا کرتے تھے۔ آپ اس قدر کم خور تھے کہ باوجود یہ کہ سب مہمانوں کے برابر آپ کے آگے کھانا رکھا جاتا تھا مگر پھر بھی سب سے زیادہ آپ کے آگے سے بچتا تھا۔

بعض دفعہ تو دیکھا گیا کہ آپ صرف روکھی روٹی کا نوالہ منہ میں ڈال لیا کرتے تھے اور پھر انگلی کا سرا شوربہ میں تر کر کے زبان سے چھوا دیا کرتے تھے تا کہ لقمہ نمکین ہو جاوے۔ پچھلے دنوں میں جب آپ گھر میں کھانا کھاتے تھے تو آپ اکثر صبح کے وقت مکی کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ کوئی ساگ یا صرف لسّی کا گلاس یا کچھ مکھن ہوا کرتا تھا یا کبھی اچار سے بھی لگا کر کھا لیا کرتے تھے۔

آپ کا کھانا صرف اپنے کام کے لئے قوّت حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا نہ کہ لذت نفس کے لئے۔ بارہا آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ کیا پکا تھا اور ہم نے کیا کھایا۔

ہڈیاں چوسنے اور بڑا نوالہ اُٹھانے، زور زور سے چپڑ چپڑ کرنے، ڈکاریں مارنے یا رکابیاں چاٹنے یا کھانے کے مدح و ذم اور لذائذ کا تذکرہ کرنے کی آپ کو عادت نہ تھی۔ بلکہ جو پکتا تھا وہ کھا لیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ پانی کا گلاس یا چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابتدائی عمر میں دائیں ہاتھ پر ایسی چوٹ لگی تھی کہ اب تک بوجھل چیز اس ہاتھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اکڑوں بیٹھ کر آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی بلکہ آلتی پالتی مار کر بیٹھتے یا بائیں ٹانگ بٹھا دیتے اور دایاں گھٹنا کھڑا رکھتے۔

کیا کھاتے تھے؟

میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مقصد آپ کے کھانے کا صرف قوّت قائم رکھنا تھا نہ کہ لذت اور ذائقہ اُٹھانا اس لئے آپ صرف وہ چیزیں ہی کھاتے تھے جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتی تھیں اور جن سے دماغی قوّت قائم رہتی تھی تا کہ آپ کے کام میں حرج نہ ہو علاوہ بریں آپ کو چند بیماریاں بھی تھیں۔ جن کی وجہ سے آپ کو کچھ پرہیز بھی رکھنا پڑتا تھا مگر عام طور پر آپ سب طیبات ہی استعمال فرما لیتے تھے اور اگرچہ آپ سے اکثر یہ پوچھ لیا جاتا تھا کہ آج آپ کیا کھائیں گے مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے خواہ کچھ پکا ہو آپ اپنی ضرورت کے مطابق کھا ہی لیا کرتے تھے اور کبھی کھانے کے بدمزہ ہونے پر اپنی ذاتی وجہ سے خفگی نہیں فرمائی بلکہ اگر خراب پکے ہوئے کھانے اور سالن پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا تو صرف اس لئے اور یہ کہہ کر کہ مہمانوں کو یہ کھانا پسند نہ آیا ہوگا۔

روٹی آپ تندوری اور چولہے کی دونوں قسم کی کھاتے تھے۔ ڈبل روٹی چائے کے ساتھ یا بسکٹ اور بکرم بھی استعمال فرما لیا کرتے تھے۔ بلکہ ولائتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں چربی ہے کیونکہ بنانے والوں کا ادعا تو مکھن ہے اور پھر ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں۔ مکی کی روٹی بہت مدت آپ نے آخری عمر میں استعمال فرمائی۔ کیونکہ آخری سات آٹھ سال سے آپ کو دستوں کی بیماری ہوگئی تھی اور ہضم کی طاقت کم ہوگئی تھی علاوہ ان روٹیوں کے آپ شیرمال کو بھی پسند فرماتے تھے اور باقرخانی اور قلچہ وغیرہ غرض جو جو اقسام روٹی کے سامنے آجایا کرتے تھے آپ کسی کو رد نہ فرماتے تھے۔

سالن آپ بہت کم کھاتے تھے۔ گوشت آپ کے ہاں دو وقت پکتا تھا مگر دال آپ کو گوشت سے زیادہ پسند تھی یہ دال ماش کی یا اوڑد کی ہوتی تھی جس کے لئے گورداسپور کا ضلع مشہور ہے۔ سالن ہر قسم کا اور ترکاری عام طور پر ہر طرح کی آپ کے دسترخوان پر دیکھی گئی ہے اور گوشت بھی ہر حلال اور طیّب جانور کا آپ کھاتے تھے۔ پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر، فاختہ وغیرہ کے لئے شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنے کو فرمایا کرتے تھے۔ مرغ اور بٹیروں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا مگر بٹیرے جب سے کہ پنجاب میں طاعون کا زور ہوا کھانے چھوڑ دیئے تھے بلکہ منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے۔ اور بنی اسرائیل میں اس کے کھانے سے سخت طاعون پڑی تھی۔ حضورؑ کے سامنے دو ایک دفعہ گوہ کا گوشت پیش کیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ جس کا جی چاہے کھا لے مگر حضور ﷺ نے چونکہ اس سے کراہت فرمائی اس لئے ہم کو بھی اس سے کراہت ہے۔ اور جیسا کہ وہاں ہوا تھا یہاں بھی لوگوں نے آپ کے مہمان خانہ بلکہ گھر میں بھی کچھ بچوں اور لوگوں نے گوہ کا گوشت کھایا مگر آپ نے اسے اپنے قریب نہ آنے دیا۔ مرغ کا گوشت ہر طرح کا آپ کھا لیتے تھے۔ سالن ہو یا بھنا ہوا۔ کباب ہو یا پلاؤ۔ مگر اکثر ایک ران پر ہی گذارہ کر لیتے تھے۔ اور وہی آپ کو کافی ہو جاتی تھی بلکہ کبھی کچھ بچ بھی رہا کرتا تھا۔ پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے مگر ہمیشہ نرم اور گداز اور گلے گلے ہوئے چاولوں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کہہ کر پکوا لیا کرتے تھے۔ مگر گڑ کے اور وہی آپ کو پسند تھے۔ عمدہ کھانے یعنی کباب، مرغ، پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیرنی میٹھے چاول وغیرہ تب ہی آپ کہہ کر پکوایا کرتے تھے جب ضعف معلوم ہوتا تھا۔ جن دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے اور وہ بھی کبھی ایک وقت ہی صرف اور دوسرے وقت دودھ وغیرہ سے گذارہ کر لیتے۔ دودھ، بالائی، مکھن یہ اشیاء بلکہ بادام روغن تک صرف قوّت کے قیام اور ضعف کے دور کرنے کو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں۔ بعض لوگوں نے آپ کے کھانے پر اعتراض کئے ہیں۔ مگر اُن بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ ایک شخص جو عمر میں بوڑھا ہے اور اُسے کئی امراض لگے ہوئے ہیں اور باوجود ان کے وہ تمام جہان سے مصروف پیکار ہے۔ ایک جماعت بنا رہا ہے جس کے فرد فرد پر اس کی نظر ہے۔ اصلاح امّت کے کام میں مشغول ہے۔ ہر مذہب سے الگ الگ قسم کی جنگ ٹھنی ہوئی ہے۔ دن رات تصانیف میں مصروف ہے جو نہ صرف اردو بلکہ فارسی اور عربی میں اور پھر وہی اُن کو لکھتا اور وہی کاپی دیکھتا۔ وہی پروف درست کرتا اور وہی اُن کی اشاعت کا انتظام کرتا ہے۔ پھر سینکڑوں مہمانوں کے ٹھہرنے اُترنے اور علیٰ حسب مراتب کھلانے کا انتظام۔ مباحثات اور وفود کا اہتمام۔ نمازوں کی حاضری۔ مسجد میں روزانہ مجلسیں اور تقریریں۔ ہر روز بیسیوں آدمیوں سے ملاقات۔ پھر ان سے طرح طرح کی گفتگو۔ مقدمات کی پیروی۔ روزانہ سینکڑوں خطوط پڑھنے اور پھر ان میں سے بہتوں کے جواب لکھنے اور پھر گھر میں اپنے بچوں اور اہل بیت کو بھی وقت دینا اور باہر گھر میں بیعت کا سلسلہ اور نصیحتیں اور دعائیں۔ غرض اس قدر کام اور دماغی محنتیں اور تفکرات کے ہوتے ہوئے اور پھر تقاضائے عمر اور امراض کی وجہ سے اگر صرف اس عظیم الشان جہاد کے لئے قوّت پیدا کرنے کو وہ شخص بادام روغن استعمال کرے تو کون بیوقوف اور ناحق شناس ظالم طبع انسان ہے جو اس کے اس فعل پر اعتراض کرے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ بادام روغن کوئی مزیدار چیز نہیں اور لوگ لذت کے لئے اس کا استعمال نہیں کرتے۔ پھر اگر مزے کی چیز بھی استعمال کی تو ایسی نیت اور کام کرنے والے کے لئے تو وہ فرض ہے۔ حالانکہ ہمارے جیسے کاہل الوجود انسانوں کے لئے وہی کھانے تعیش میں داخل ہیں۔

اور پھر جس وقت دیکھا جائے کہ وہ شخص ان مقوی غذاؤں کو صرف بطور قوت لایموت

اور سدِّ رمق کے طور پر استعمال کرتا ہے تو کون عقل کا اندھا ایسا ہوگا کہ اس خوراک کو لذائذ حیوانی اور حظوظ نفسانی سے تعبیر کرے۔ خدا تعالیٰ ہر مومن کو بدظنی سے بچائے۔

دودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دن کو بھی پچھلے دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ یہ معمول ہوگیا تھا کہ اِدھر دودھ پیا اور اُدھر دست آ گیا اس لئے بہت ضعف ہو جاتا تھا۔ اس کے دور کرنے کو دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاقت قائم کرنے کو پی لیا کرتے تھے۔

دن کے کھانے کے وقت پانی کی جگہ گرمی میں آپ لسّی بھی پی لیا کرتے تھے اور برف موجود ہو تو اس کو بھی استعمال فرما لیتے تھے ان چیزوں کے علاوہ شیرہ بادام بھی گرمی کے موسم میں جس میں چند دانہ مغز بادام اور چند چھوٹی الائچیاں اور کچھ مصری پیس کر چھن کر پڑتے تھے، پیا کرتے تھے اور اگرچہ معمولاً نہیں مگر کبھی کبھی رفع ضعف کے لئے آپ کچھ دن متواتر یخنی گوشت یا پاؤں کی پیا کرتے تھے یہ یخنی بھی بہت بدمزہ چیز ہوتی تھی یعنی صرف گوشت کا ابلا ہوا رس ہوا کرتا تھا۔

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور اکثر خدام بطور تحفہ کے لایا بھی کرتے تھے۔ گاہے بگاہے خود بھی منگواتے تھے۔ پسندیدہ میووں میں سے آپ کو انگور، بمبئی کا کیلا، ناگپوری سنگترے، سیب، سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے۔ باقی میوے بھی گاہے ماہے جو آتے رہتے تھے کھا لیا کرتے تھے۔ گنّا بھی آپ کو پسند تھا۔ شہتوت بیدانہ کے موسم میں آپ بیدانہ اکثر اپنے باغ کی جنس سے منگوا کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی ان دنوں سیر کے وقت باغ کی جانب تشریف لے جاتے اور مع سب رفیقوں کے اسی جگہ بیدانہ تڑوا کر سب کے ہمراہ ایک ٹوکرے میں نوش جان فرماتے اور خشک میووں میں سے صرف بادام کو ترجیح دیتے تھے۔

چائے کا میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں آپ جاڑوں میں صبح کو اکثر مہمانوں کے لئے روزانہ بنواتے تھے اور خود بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر عادت نہ تھی۔ سبز چائے استعمال کرتے اور سیاہ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر دودھ والی میٹھی پیتے تھے۔

زمانہ موجودہ کے ایجادات مثلاً برف اور سوڈا لیمونیڈ جنجر وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے۔ بلکہ شدّت گرمی میں برف بھی امرتسر، لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔

بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا نہ اس بات کی پرچول تھی کہ ہندو کی ساختہ ہے یا مسلمانوں کی۔ لوگوں کی نذرانہ کے طور پر آوردہ مٹھائیوں میں سے بھی کھا لیتے تھے اور خود بھی روپیہ دو روپیہ کی مٹھائی منگوا کر رکھا کرتے تھے۔ مٹھائی بچوں کے لئے ہوتی تھی کیونکہ وہ اکثر حضور ہی کے پاس چیزیں یا پیسہ مانگنے دوڑے آتے تھے۔ میٹھے بھرے ہوئے سموسے یا بیدانہ عام طور پر یہ دو ہی چیزیں آپ ان بچوں کے لئے منگوا رکھتے کیونکہ یہی قادیان میں ان دنوں میں اچھی بنتی تھیں۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کو اپنے کھانے کی نسبت اپنے مہمانوں کے کھانے کا زیادہ فکر رہتا تھا اور آپ دریافت فرما لیا کرتے تھے کہ فلاں مہمان کو کیا کیا پسند ہے اور کس کس چیز کی اس کو عادت ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی ایم۔اے کا جب تک نکاح نہیں ہوا تب تک آپ کو ان کی خاطرداری کا اس قدر اہتمام تھا کہ روزانہ خود اپنی نگرانی میں ان کے لئے دودھ، چائے، بسکٹ، مٹھائی، انڈے وغیرہ برابر صبح کے وقت بھیجا کرتے اور پھر لے جانے والے سے دریافت بھی کر لیتے تھے کہ انہوں نے اچھی طرح سے کھا بھی لیا۔ تب آپ کو تسلّی ہوتی۔ اسی طرح خواجہ صاحب کا بڑا خیال رکھتے اور بار بار دریافت فرمایا کرتے کہ کوئی مہمان بھوکا تو نہیں رہ گیا یا کسی کی طرف سے ملازمانِ لنگر خانہ نے تغافل تو نہیں کیا۔ بعض موقعہ پر ایسا ہوا کہ کسی مہمان کیلئے سالن نہیں بچا یا وقت پر ان کے کھانا رکھنا بھول گیا تو اپنا سالن یا سب کھانا اسکے لئے اُٹھوا کر بھجوا دیا۔

بارہا ایسا بھی ہوا کہ آپ کے پاس تحفہ میں کوئی چیز کھانے کی آئی تو یا خود کوئی چیز آپ نے ایک وقت منگوائی پھر اس کا خیال نہ رہا اور وہ صندوق میں پڑی پڑی سڑ گئی یا خراب ہوگئی اور اسے سب کا سب پھینکنا پڑا۔ یہ دنیا دار کا کام نہیں۔ ان اشیاء میں سے اکثر چیزیں تحفہ کے طور پر خدا کے وعدوں کے ماتحت آتی تھیں اور بارہا ایسا ہوا کہ حضرت صاحب نے ایک چیز کی خواہش فرمائی اور وہ اسی وقت کسی نووارد یا مرید باا خلاص نے لا کر حاضر کردی۔

آپ کو کوئی عادت کسی چیز کی نہ تھی۔ پان البتہ کبھی کبھی دل کی تقویت یا کھانے کے بعد منہ کی صفائی کیلئے یا کبھی گھر میں سے پیش کر دیا گیا تو کھا لیا کرتے تھے۔ یا کبھی کھانسی نزلہ یا گلے کی خراش ہوئی تو بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ حقہ تمبا کو کو آپ ناپسند فرمایا کرتے تھے بلکہ ایک موقعہ پر کچھ حقہ نوشوں کو نکال بھی دیا تھا ہاں جن ضعیف العمر لوگوں کو مدت العمر سے عادت لگی ہوئی تھی ان کو آپ نے بسبب مجبوری کے اجازت دے دی تھی۔ کئی احمدیوں نے تو اس طرح پر حقہ چھوڑا کہ ان کو قادیان میں وارد ہونے کے لئے حقہ کی تلاش میں تکیوں میں یا مرزا نظام الدین وغیرہ کی ٹولی میں جانا پڑتا تھا اور حضرت صاحب کی مجلس سے اُٹھ کر وہاں جانا کیونکہ بہشت سے نکل کر دوزخ میں جانے کا حکم رکھتا تھا اس لئے باغیرت لوگوں نے حقہ کو الوداع کہی۔

ہاتھ دھونا وغیرہ

کھانے سے پہلے عموماً اور بعد میں ضرور ہاتھ دھویا کرتے تھے۔ اور سردیوں میں اکثر گرم پانی استعمال فرماتے۔ صابن بہت ہی کم برتتے تھے۔ کپڑے یا تولیہ سے ہاتھ پونچھا کرتے تھے۔ بعض ملانوں کی طرح داڑھی سے چکنے ہاتھ پونچھنے کی عادت ہرگز نہ تھی۔ کلی بھی کھانا کے بعد فرماتے تھے اور خلال بھی ضرور رکھتے تھے جو اکثر کھانے کے بعد کیا کرتے تھے۔ رمضان کی سحری کیلئے آپ کے لئے سالن یا مرغی کی ایک ران اور فرنی عام طور پر ہوا کرتے تھے اور سادہ روٹی کے بجائے ایک پراٹھا ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ آپ اس میں سے تھوڑا سا ہی کھاتے تھے۔

کھانے میں مجاہدہ

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اوائل عمر میں گوشہ تنہائی میں بہت بہت مجاہدات کئے ہیں اور ایک موقعہ پر متواتر چھ ماہ کے روزے منشاء الٰہی سے رکھے اور خوراک آپکی صرف نصف روٹی یا کم روزہ افطار کرنے کے بعد ہوتی تھی۔ اور سحری بھی نہ کھاتے تھے اور گھر سے جو کھانا آتا وہ چھپا کر کسی مسکین کو دیدیا کرتے تھے تاکہ گھر والوں کو معلوم نہ ہو مگر اپنی جماعت کیلئے عام طور پر آپ نے ایسے مجاہدے پسند نہیں فرمائے بلکہ اس کی جگہ تبلیغی اور قلمی خدمات کو مخالفانِ اسلام کے برخلاف اس زمانہ کا جہاد قرار دیا۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ دنیاوی لذتوں کا خواہش مند ہے سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ لنگر خانہ میں آپ کے زمانہ میں زیادہ تر دال اور خاص مہمانوں کیلئے گوشت پکا کرتا تھا۔ مگر جلسوں یا عیدین کے موقعہ پر جب کبھی آپ کے بچوں کا عقیقہ یا کوئی اور خوشی کا موقعہ ہو تو آپ عام طور پر اس دن گوشت یا پلاؤ یا زردہ کا حکم دے دیا کرتے تھے کہ غربا کو بھی اس میں شریک ہونے کا موقع ملے۔

الہام

کھانا کھلانے کی بابت آپ کو ایک الہامی حکم ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرّ

(تذکرہ صفحہ ۶۳۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

یعنی اے نبی بھوکے اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ۔

ادویات

آپ خاندانی طبیب تھے۔ آپ کے والد ماجد اس علاقہ میں نامی گرامی طبیب گزر چکے ہیں اور آپ نے بھی طب سبقاً سبقاً پڑھی ہے مگر باقاعدہ مطب نہیں کیا۔ کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور کچھ چونکہ لوگ علاج پوچھنے آجاتے تھے۔ آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔ اور آخر میں تو آپکی ادویات کی الماری میں زیادہ تر انگریزی ادویہ ہی رہتی تھیں...... یہاں اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آپ کئی قسم کی مقوی دماغ ادویات کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً کوکا۔ کولا۔ مچھلی کے تیل کا مرکب۔ ایسٹن سیرپ۔ کونین۔ فولاد وغیرہ اور خواہ کیسی ہی تلخ یا بدمزہ دوا ہو آپ اس کو بے تکلف پی لیا کرتے۔

سر کے دورے اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے۔ یہ مشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام میں حکیم محمد حسین صاحب لاہوری موجد مفرح عنبری کے سپرد تھی۔ عنبر اور مشک دونوں مدت تک سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کی معرفت بھی آتے رہے۔ مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی فوراً نکال لیا۔

(سیرۃ المہدی جلد اوّل حصہ دوم، صفحہ ۴۰۹ تا ۴۲۹، مصنّفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ، مطبوعہ جولائی ۲۰۰۸)

❁❁❁

حضرت خدا بخش مومن جی رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلچسپ حالات

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپؓ کی ملاقات کا حسین تذکرہ اور ایمان افروز واقعات

امۃ المتین بسرا۔لندن

میرے نانا خدا بخش مومن جی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’اول میں اُس خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کروں تو بھی میں اُس کا حق ادا نہیں کرسکتا۔جس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے بچپن سے ہی شرک کے نرغہ سے نکال کر ایک توحید پرست تہجد گزار عورت کی گود میں ڈال دیا۔میرے والد صاحب تازیہ پرست تھے اور والدہ صاحبہ بھی قبروں پر جاتی تھیں۔میری والدہ کے گھر میں گیارہ بیٹے اوپر تلے پیدا ہوئے اور پیدائش کے کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوجاتے رہے۔وہ اِس پریشانی سے دل کی بیحد کمزور ہوگئی تھیں اور انہوں نے کوئی پیر فقیر یا بزرگوں کی قبر پر جاکر مدد مانگنا اور بچوں کی زندگی کیلئے استدعا کرنا نہیں چھوڑی تھی۔

جب بارھواں بچہ پیدا ہوا تو وہ اُسے لیکر سیدھی مسجد چلی گئیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور شرک سے توبہ کی اور مسجد میں اس بچہ کو رکھ کر دُعا کی کہ:

’’اے اللہ یہ تیرا ہی ہے اور میں اِسے تیرے ہی سپرد کرتی ہوں۔خواہ تو اسے بچا یا نہ بچا تیری مرضی۔‘‘

خدا کا کرنا کیا ہوا کہ اِس کے بعد وہ بچہ بچ گیا اور اِس کا نام مسیتا پڑ گیا۔اِس بچہ کے بعد میں پیدا ہوا اور میری والدہ نے میرا نام خدا بخش رکھا کہ خدا تعالیٰ نے بخش دیا۔

میری ماں کی توبہ اور دعاؤں کا ثمرہ یہ ملا کہ مجھے احمدیت جیسی نعمت ملی۔میری پیدائش کے سال سوا سال کے بعد میری والدہ کی وفات ہوگئی اور مجھے میری پھوپھی جو کہ نہایت نیک سیرت توحید پرست اور تہجد گزار تھیں اپنے گھر لے گئیں۔مجھے انتہائی پیار سے اپنے پاس رکھا اور بچپن میں ہی نیک باتیں میرے کانوں میں ڈالتی رہیں۔

چنانچہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو اُنہوں نے خواب دیکھا کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ امرتسر بٹالہ کی طرف ہوگیا ہے اور خواب میں انہوں نے مجھے پیسے دیتے ہوئے کہا کہ جاؤ تم حج کر آؤ۔میری پھوپھی بتایا کرتی تھیں کہ یہ خواب اُنہوں نے اُس رات کو دیکھا جس رات کو بہت سے ستارے ٹوٹے تھے۔

(ستارے ٹوٹنے کا واقعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کے نشان کے طور پر بتایا ہے وہ 1886 کا ہے)

پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس خواب کے پورا ہونے کی ابتداء بھی میری اسی پھوپھی کے ذریعہ ہوئی جبکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کا کچھ حصہ اِن کے ذریعہ اِس طرح حاصل کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلی مرتبہ 1888ء میں پٹیالہ میں تشریف لائے تو میں بھی اپنے پھوپھا کی وجہ سے اُس کوٹھی میں موجود تھا جس میں وزیر پٹیالہ محمد حسین صاحب نے آپ کی دعوت کا انتظام کیا تھا۔میرے پھوپھا غلام ضامن مرثیہ بازوں کے اُستاد تھے اور خود بھی بہت خوش الحان تھے اور وزیر پٹیالہ اکثر اِن سے مرثیہ سنا کرتے تھے اور میں بھی چونکہ بچپن میں پھوپھا کے گھر میں رہتا تھا اس وجہ سے وزیر پٹیالہ کے گھر میں اُن کے ساتھ آنا جانا لگا رہتا تھا اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پٹیالہ میں وزیر پٹیالہ کے گھر تشریف لائے تو میں بھی وہاں موجود تھا اور یہ بھی یاد ہے کہ میں نے بھی حضور پرنور کے سامنے کچھ خشک میوہ رکھا تھا اور اُس وقت میری عمر تقریباً 8-9 سال کے قریب تھی مگر مجھے آپ اقدسؑ کے بارہ میں اِس قدر شعور اُسوقت تھا کہ ان سے اللہ تعالیٰ باتیں کرتا ہے۔

پٹیالہ میں ایک جلد ساز قطب الدین ہوا کرتا تھا جس کی دوکان شہ نشین بازار متصل پُرانی کوتوالی کے پاس ہوا کرتی تھی۔براہین احمدیہ حصہ چہارم اس کے پاس جلد بنوانے کیلئے آئی ہوئی تھی۔اُس کے پاس دوسرے مذاہب کی بھی بہت ساری کتب جلد بنوانے کیلئے مختلف لوگوں کی طرف سے بھیجی جاتی تھیں۔ان کتابوں کے مطالعہ کیلئے اکثر مولوی صاحبان کا جمگھٹا قطب الدین کی دوکان پر لگا رہتا تھا۔اور کچھ لوگ جو کہ دین کا علم رکھتے تھے وہ بھی آجاتے تھے اور میری عمر بہت چھوٹی تھی مگر مجھے بھی دین کی باتیں سننے کا شوق تھا۔اکثر میں بھی سننے کے لئے وہاں چلا جاتا تھا۔براہین کتاب کے مداح تو سبھی تھے مگر امام مہدی کے ظہور کیلئے جو علامات اور نشانات ظاہر ہوئے تھے اِن میں اکثر جھگڑا کرتے تھے چنانچہ جو تائید میں تھے ان کے نام یہ ہیں۔مولوی عبد اللہ وزیر آبادی جو کہ پٹیالہ شہر کے کالج میں پروفیسر اور بعد میں مدت تک جماعت پٹیالہ کے امیر جماعت بھی رہے۔مولوی محمد یوسف سنور کے جو پٹیالہ کے سکول میں سنوری دروازہ میں سرکاری ملازمت کرتے تھے۔مولوی عبد اللہ ہیز جو پٹیالہ جامع کی پچھلی طرف رہتے تھے۔صوفی ولی محمد صاحب پانڈی پٹیالہ ڈیک بازار۔مرزا اشرف بیگ جو کہ نہایت مخلص اور حضور علیہ السلام کے سچے عاشق صادق تھے۔ایک حافظ رونق صاحب تھے نہایت نیک خصلت اور قرآن مجید کے قاری اور خوش الحان تھے۔وہ حضور علیہ السلام کے ہمیشہ اپنی تمام زندگی میں مداح رہے مگر حضور علیہ السلام کے دعویٰ سے قبل فوت ہوگئے جو ان میں سے زندہ رہے وہ سبھی حضور علیہ السلام کی بیعت کرکے احمدی ہوگئے۔یہ ابتدائی احمدی جنہوں نے مخالفوں سے ماریں کھائیں اور اپنی عزتوں کو دنیاوی نظر سے خاک میں ملایا مگر خدا تعالیٰ سے رضی اللہ عنہ کا خطاب پایا۔

اور جو مولوی صاحبان امام مہدی کے ظہور کیلئے جو علامات اور نشانات ظاہر ہوئے تھے ان کی تائید میں نہ تھے ان کے نام یہ تھے۔مولوی اسحٰق جو کہ پٹیالہ کے مفتی شہر تھے۔مولوی غلام مرتضیٰ جو کہ فارسی کے پروفیسر تھے۔مولوی عبد اللہ نموگر۔مولوی میاں محمد اور مولوی اسماعیل جو ڈگ بازار بُرج والی مسجد کے امام تھے اور ایک سنور کے پٹواری تھے جس کا نام مجھے یاد نہیں مگر یہ تمام لوگ مرتے دم تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ازحد دشمن رہے۔

میری عمر کوئی سات آٹھ سال کے قریب ہوگی جب میں اپنے جدی بھائی رحیم بخش (والد ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے گھروں میں آیا جایا کرتا تھا۔وہ بڑے ہی بزرگ اور ولی اللہ شخص تھے۔ہمارے بزرگ عرب سے ہجرت کرتے ہوئے غزنی آئے اور غزنی سے سرہند جاکر آباد ہوئے۔اور پھر چار بھائی سرہند سے ہجرت کرکے ہندوستان آئے اور ان چار بھائیوں میں ایک پٹیالہ میں آکر آباد ہوا اور اس کی نسل میں سے ہم سب لوگ مل جل کر اکٹھے پٹیالہ میں رہتے تھے۔میری بچپن کی تربیت میں میرے اس بزرگ بھائی رحیم بخش کا بہت ہاتھ ہے۔وہ مجھے صحبت صالح ترا صالح کند کی نصیحتیں ہی فرمایا کرتے تھے اور مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بھی مجھے دیتے اور تاکید کرتے کہ اس کو آج رات میں ہی ختم کرنا ہے۔ایک دفعہ صبح عید تھی اور انہوں نے مجھے اسلامی اصول کی فلاسفی دیتے ہوئے فرمایا کہ آج رات کو ہی یہ کتاب ختم کرنا ہے میں رات دیر تک کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کو پڑھتا رہا اس لئے فجر کی نماز کے بعد مجھے اُٹھایا اور گرم گرم سویوں کا تھال میرے سامنے رکھ دیا۔

میں اور ڈاکٹر حشمت اللہ (صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) دونوں ہم عمر تھے اور ہم دونوں پر آپ کی نیک صحبت کا بیحد اثر ہوتا تھا بہت بڑا سا قرآن شریف بمعہ ترجمہ فارسی والا سرسوں کا دیا جلا کر آگے رکھے ہوئے تلاوت کیا کرتے تھے جس کا اثر ہمارے دِلوں پر اب تک ہے اور میں تو یہی کہوں گا کہ اِن بزرگوں کی دُعا کے طفیل ہمیں نیکی کی توفیق اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح موعود علیہ السلام سے وابستگی کا انعام عطا فرمایا:

میری پھوپھی نے گیارہ بارہ سال تک میری پرورش کی اور تعلیم دلائی جب پانچویں میں تھا تو ان کی وفات ہوگئی اور مزید تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ منقطع ہوگیا پھوپھی صاحبہ تو مجھے اعلیٰ تعلیم دلانے کی خواہشمند تھیں مگر ان کی وفات کے بعد جب والد صاحب کے پاس واپس آیا تو وہ میری تعلیم میں کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے چنانچہ کام شروع کردیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت سے چندہ بھی دینا شروع کردیا۔خدا تعالیٰ نے اپنے بے انتہا فضل مجھ پر فرمائے۔جتنا بھی کماتا محض چار آنے اپنی ذات پر خرچ کرتا اور باقی سلسلہ احمدیت کے کاموں پر خرچ کردیتا اور چار پانچ سال جب تک اکیلا رہا محض ایک روپے میں اپنے تینوں کپڑے تہہ بند کرتہ اور ٹوپی اور ایسا ہی سردیوں میں محض ایک روئی دار صدری اور ایک کرتہ اور معمولی پگڑی پر کفایت کرتا اور بالکل سادہ کھانا اور سادہ لباس سے تن ڈھانکتے ہوئے اپنی تمام آمدنی یا تو دین کیلئے خرچ کردیتا یا کچھ دوستوں یا والد صاحب یا ہمسایوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر لگا دیتا۔

حضور کی کتب رسالہ جات اور اخبار سبھی میرے پاس موجود ہوتے اور میں ان کا باقاعدہ مطالعہ کرتا۔میرے مولا نے مجھے محض اپنے فضل سے یہ بھی توفیق عطا فرمائی کہ پٹیالہ میں باقاعدہ

پانچ وقت کی نمازیں احمدی احباب کو پڑھاتا رہا اور رات کو حضور علیہ السلام کی کتب کا درس بھی دیتا رہا۔ میں ناچیز کس قابل ہوں مگر خدا تعالیٰ نے دستگیری محض اپنے فضل سے فرمائی اور اس پیارے مسیح جس کے انتظار میں ایک دُنیا تڑپتی ہوئی اس جہان سے گذر گئی اس پیارے پرنور کا چہرہ اس نالائق اور نابکار کو ایک خاص فضل کرتے ہوئے بار بار دیکھنے کا موقع عطا فرمایا اور مصافحہ کرتے ہوئے بوسہ دینے اور پاؤں دبانے کا فخر حاصل ہوا اور اس پیارے کے مبارک منہ سے تقاریر سنیں اور اس مسیح الزمان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اور ایک مرتبہ لدھیانہ کے مقام پر اس پیارے کے دست مبارک سے روزہ افطار کرتے ہوئے پانی پینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اب دست حسرت ملتا ہوں اور اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں کہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کے تحت آپ کے وقت کی قدردانی نہیں کی۔ کیا تھا تمام دُنیاوی لوازمات کو ترک کرتے ہوئے حضور پرنور کے در پر دُھونی رما کر بیٹھ رہتا اور دن رات اُسی کا چہرہ دیکھا کرتا۔ خدا تعالیٰ میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1888ء میں پٹیالہ میں تشریف لائے تو میری عمر تقریباً 8-9 برس کے درمیان تھی۔ آپ حضور پرنور (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا پروگرام سنور جاتے ہوئے پٹیالہ اسٹیشن پر تھوڑی دیر ٹھہرنے کا تھا جب پٹیالہ کے وزیر محمد حسین صاحب جو کہ آپ کے بہت معتقد تھے، انہیں اس بات کی خبر ملی تو انہوں نے مولوی سراج الحق صاحب کے دادا مولوی فضل حق صاحب (جو کہ وزیر صاحب کے فارسی کے استاد رہے تھے) حضور پرنور کی اس پٹیالہ آمد کے بارہ میں بات کی اور پھر آپ نے حضور پرنور کو چائے کی دعوت دی۔

میری عمر اس وقت گو چھوٹی تھی اور مجھے آپ حضور پرنور کے بارہ میں اتنا شعور تھا کہ یہ آنے والے معزز مہمان اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتے ہیں۔ میں وزیر صاحب کی اس کوٹھی میں جہاں چائے کی دعوت کا انتظام کیا گیا تھا موجود تھا چونکہ میرے پھوپھا غلام ضامن مرثیہ پڑھنے والوں کے استاد تھے اور بہت ہی خوش الحان تھے جس وقت وہ خوش الحانی سے مرثیہ پڑھتے تو وزیر صاحب رو پڑتے۔ میں بھی بچپن میں اپنے پھوپھا کے ساتھ وزیر پٹیالہ محمد حسین صاحب کے گھر چلا جایا کرتا تھا چونکہ میری والدہ کی وفات میرے بہت بچپن میں ہوگئی تھی اور میری پھوپھی نے ہی اپنے گھر رکھ کر پالا تھا۔ اس وجہ سے وزیر صاحب مجھے غلام ضامن صاحب کا بیٹا ہی تصور فرماتے تھے۔ میں جب کبھی اپنے پھوپھا کے ساتھ مجلس میں جاتا تو مٹھائی سے میرا پلّہ بھر دیتے تھے۔ وزیر صاحب کا تمام عملہ مجھ سے واقف تھا جو کہ دعوتِ چائے کے منتظم تھے اور انہی وجوہات کی وجہ سے میں اس کوٹھی میں موجود تھا جو کہ شہر سے باہر کربلا کے پاس تھی۔

شہر کے باہر کربلا کی بائیں جانب چائے کی دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہاں پر وزیر صاحب پہلے سے موجود تھے۔ جب حضور پرنور علیہ السلام تشریف لائے وہ عجیب ہی نظارہ تھا میں نے دیکھا چار آدمی بگھی سے اُترے ہیں۔ بگھی کے آگے پیچھے سوار گھوڑوں پر ننگی تلواروں کے ساتھ حفاظت کیلئے کھڑے تھے۔ میں اپنی چھوٹی عمر کے باعث ان کے ناموں سے تو آگاہ نہ تھا مگر کئی سالوں کے بعد مولوی فضل حق صاحب سے معلوم ہوا کہ ایک تو مولوی محمد یوسف صاحب تھے جو کہ مولوی محمد تقی صاحب سنوری کے والد تھے۔ دوسرے ولی صاحب میاں عبداللہ تھے۔ تیسرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تشریف فرما تھے۔ اور چوتھا آدمی میری یاد سے بھول گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے سنور کیلئے جانا تھا اور ولی صاحب عبداللہ کے گھر پر دُعا کرنی تھی۔

مولوی محمد یوسف صاحب سنور کے جو کہ بہت خوبصورت اور اچھے لباس میں تھے میں ان کو ہی بزرگ اور ولی اللہ خیال کرنے لگا اور دھوکہ سے ان کو ہی یہ سمجھتا تھا کہ خدا اُن سے باتیں کرتا ہے۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ مولوی محمد یوسف صاحب خود حضور پرنور کے پاؤں دبا رہے ہیں پھر سمجھ آئی کہ یہ ہیں جن سے خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے۔ اور آپ علیہ السلام بہت سادہ لباس میں تھے۔

مجھے یاد ہے کہ کچھ سامان چائے وغیرہ کا خشک میں نے بھی حضور علیہ السلام کے سامنے رکھا تھا۔ یہ بھی یاد ہے کہ جب دو تین آدمی اندر حضور علیہ السلام کے پاؤں دبا رہے تھے تو کوٹھی کے باہر ایک مجمع کی صورت میں بہت سارے آدمی تھے اور ان کے آگے مولوی اسحاق (جو کہ شہر کا مفتی تھا اور جس نے بعد میں حضور پرنور پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا تھا) کھڑا تھا۔ وزیر صاحب باہر برآمدہ میں نکلے اور اُس کی طرف مخاطب ہو کر بولے کہ ”مولوی صاحب کیوں آئے ہو“ وہ کہنے لگے ”میں تو مناظرہ کرنے آیا ہوں“ اس پر وزیر صاحب نے فرمایا کہ ”تُو چلا جا۔ تُو اس درویش سیرت انسان کے ساتھ کیا مناظرہ کرے گا۔ اگر تُو زیادہ اصرار کرے گا تو میں تجھ کو جیل خانہ میں بھیج دوں گا۔“ اس پر وہ وہاں سے چلا گیا۔

جب وزیر صاحب اندر تشریف لائے تو حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا کہتے تھے؟ وزیر صاحب نے بڑے ادب اور انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ مناظرہ کرنے کیلئے آیا تھا۔ میں نے یہ کہتے ہوئے کہ جا تو اِس درویش صورت سے کیا مناظرہ کرے گا اُسے واپس کر دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے وزیر صاحب کے جواب میں فرمایا:

”میں مناظرے کرنے نہیں آیا میں تو اصلاح کرنے آیا ہوں۔“

گو میری عمر چھوٹی تھی مگر حضور علیہ السلام کے یہ لفظ اس وقت سے لیکر اب تک گڑے ہوئے دل میں ہیں۔

اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد حضور علیہ السلام اسی بگھی میں بیٹھ کر سنور چلے گئے۔ یہ نظارہ تو میں نے خود دیکھا اور تمام واقعات میری نظروں کے سامنے گزرے۔ مگر کئی سالوں کے بعد جو واقعات مولوی فضل حق صاحب کی زبانی سنے وہ میں عرض کرتا ہوں۔

وہ فرماتے تھے کہ جب شہر پٹیالہ میں حضور علیہ السلام کے بارہ میں یہ شور ہوا کہ آپ سنور جاتے ہوئے پٹیالہ اسٹیشن پر نزول فرمائیں گے تو حضور علیہ السلام کی اِس آمد کی خبر پٹیالہ کے وزیر محمد حسین صاحب کے کانوں تک بھی پہنچی۔ محمد حسین صاحب وزیر پٹیالہ بھی ان مخلص لوگوں میں سے ایک تھے جنہوں نے براہین احمدیہ کا چندہ بھی دیا تھا۔ وہ خود میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ مولوی صاحب آپ کے پیر صاحب پٹیالہ اسٹیشن پر تشریف لا رہے ہیں اور شہر میں شور ہو رہا ہے کیا آپ نے کوئی انتظام کیا ہے۔

مولوی فضل حق صاحب وزیر پٹیالہ کے فارسی کے اُستاد بھی رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا میں کیا انتظام کر سکتا ہوں ہاں آپ کچھ کریں تو کریں۔ چنانچہ وزیر صاحب نے خوش دلی سے کہا کہ ہاں وہ حضور علیہ السلام کی دعوت کریں گے چنانچہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی اور دعوت کا انتظام باہر کوٹھی پر کیا۔ چنانچہ جب حضور پرنور کی گاڑی پٹیالہ اسٹیشن پہنچی تو وزیر صاحب خود بگھی میں سوار ہو کر اس بگھی کے پیچھے تھے۔

کوٹھی پر چائے کی دعوت کے بعد حضور علیہ السلام کو سنور کے لئے بحفاظت روانہ کیا اور اس طرح مخالف لوگوں کے ارادے جو کہ بے ادبی کرنے اور تکلیف پہنچانے کے تھے خاک میں ملا کر امن کے ساتھ بخیر وعافیت عزت افزائی کرتے ہوئے وزیر پٹیالہ محمد حسین صاحب نے حضور پرنور کی خدمت کا موقع پایا۔

جب حضور پرنور علیہ السلام پٹیالہ شہر میں دُوسری مرتبہ تشریف لائے تھے تو شیخ فضل کریم صاحب جو کہ فضل الحق صاحب کے سگے بھائی تھے ان کے گھر میں قیام فرمایا۔ میاں چھبے خان جو کہ جرگ پیل کے باشندے تھے اور مولوی فضل کریم صاحب کی خدمت میں بطور ملازمت رہتے تھے میری دوکان پر آئے اور مجھے بتایا کہ حضور پرنور علیہ السلام شیخ فضل کریم صاحب کے مکان میں آئے ہوئے ہیں (ان کا مکان جامع مسجد کے پیچھے تھا) چھبے خان نے بتایا کہ اُس نے حضور پرنور کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی ہے۔ میں اُسی وقت مولوی فضل کریم صاحب کے گھر اس نیت سے گیا کہ میں بھی آپ کے ہاتھ پر دستی بیعت کر لوں۔ مگر افسوس کہ حضور پرنور علیہ السلام میرے جانے سے پیشتر ہی روانہ ہو چکے تھے۔ جب حضور علیہ السلام پٹیالہ پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے۔ تو اُس وقت بیعت کا حکم نہیں ہوا تھا مگر جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو بیعت لینے کا حکم ہو چکا تھا اور بیعت لیتے تھے۔

حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاول اُس وقت مولوی فضل کریم صاحب کے گھر میں موجود تھے میں نے ان سے مصافحہ کیا اور ان کی باتیں دیر تک سنتا رہا۔ اس کے بعد آپ اُٹھ کر چل پڑے کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ مولوی عبدالعزیز قوم والے جو کہ میرے مکان کے پاس ہی رہتے تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے کلاس فیلو ہوا کرتے تھے ان کے گھر ان سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت تو نہ کی تھی مگر مخالفت بھی نہیں کرتے تھے۔ جب پٹیالہ میں مولوی صاحبان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کفر نامہ کی تصدیق کے لئے دستخط کروائے گئے تو مولوی اسحاق مفتی شہر نے ہر چند کوشش کی کہ آپ مولوی عبدالعزیز صاحب بھی اس پر دستخط کر دیں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا۔

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ نے مولوی عبدالعزیز سے ملاقات کرنے کے بعد بیعت کے لئے بہت سے دلائل دیئے مگر وہ یہی کہتے رہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں بیعت کی کچھ ضرورت نہیں۔ حضرت صاحب نے کھانا وہیں تناول فرمایا اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

مولوی عبدالعزیز قوم والے صاحب کا ایک شعر یاد ہے جو وہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔

عبدی توں تے سَور چنگا جے توں کریں گناہ
جے توں کریں عبادت رُتبہ تیرا ملکیوں وڈا

میرے پڑوسی ہونے کی وجہ سے میں اکثر اُن سے ملاقات کرنے چلا جاتا تھا اور وہ سب

احمدی ہونے کے میری بہت عزت کیا کرتے تھے۔

پٹیالہ میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوسری مرتبہ تشریف لائے تو میری ان سے ملاقات تو نہ ہوسکی مگر محترم شیخ کریم صاحب جنکے گھر وہ ٹھہرے تھے اُن سے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام نے کیا باتیں کیں۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے دریافت کیا کہ شیخ صاحب آپ بڑھاپے تک پہنچ چکے ہیں کیا سبب ہے آپکے کوئی اولاد نہیں ہے اور آپ کے بھائی مولوی فضل حق صاحب کے تو اولاد ہے میں نے کہا حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی صاحب اولاد فرماوے۔ اس پر حضور پرنور نے اُسی وقت ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور دیر تک دعا فرماتے رہے۔ دُعا ختم کرنے پر حضور پرنور نے مجھے تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اولاد عطا فرمائے گا۔ پھر آپ پرنور نے چار آدمیوں کی بیعت لی۔ چیپے خان اور رحمت اللہ (جو کہ چیپے خان کا بھتیجا تھا اور یہ دونوں پٹیالہ کے علاقہ جرگ پائل کے رہنے والے تھے) اور ایک مولوی عبداللہ ہیز اور رحمت اللہ باغبان کی بیعت لی۔

شیخ فضل کریم صاحب نے بتایا کہ میں نے حضور پرنور سے عرض کی کہ حضور! میرا بہت سا روپیہ بنک میں جمع ہے مگر یہ اُس زمانہ کا ہے جب میں تھانہ میں کام کرتا تھا اور وہ روپیہ رشوت کا ہے اب میں اُس روپے کا کیا کروں۔ حضور پرنور نے فرمایا اول تو جس جس سے رشوت لی ہے واپس کرو اور جو واپس نہیں کرسکتے وہ دین کی اشاعت میں خرچ کردو۔ یہ باتیں کرنے کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لے گئے۔

جب حضور پرنور نے شیخ فضل کریم صاحب کیلئے اولاد کی دعا فرمائی تھی ان کی عمر 65 سال تھی اور ان کی بیوی بھی بوڑھی ہوچکی تھیں گویا کہ اولاد ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی دعا کو قبولیت بخشی اور فضل کریم صاحب کے گھر میں دو سال کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کا نام نور الحق رکھا گیا جو کہ اب تک زندہ موجود ہے اور جھنگ میں کام کرتا ہے اس کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی وہ لڑکی بھی زندہ ہے۔ اور اس کی شادی عبدالعزیز جو کہ سہارنپور میں ملازم تھے ان کے بیٹے میاں محمد کے ساتھ ہوئی۔

میں جب احمدی ہوا تو میرے مولا کریم نے ساتھ ہی یہ بھی میرے دل میں تحریک کی کہ اپنے بھائیوں اور اپنے والد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سناؤں تا کہ وہ بھی احمدیت کی طرف راغب ہوجائیں۔ میرے والد اور چاروں بھائیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سنیں تو اُن پر اچھا اثر ہوا مگر میرے والد صاحب کا ایک دوست عبداللہ خان تھا جو کہ قاضی سلیمان صاحب کی نگرانی میں ملازم تھا اور قاضی سلیمان حضور علیہ السلام کے سخت مخالف تھے اور ان کی مخالفت کا اس عبداللہ خان پر بھی اثر تھا۔ عبداللہ خان نے ایک دن مجھے درثمین کے اشعار سناتے ہوئے اپنے والد صاحب کو دیکھ لیا وہ سخت غضبناک ہوکر میرے والد صاحب کو کہنے لگا کہ ”تو کافر اور بے دین کی کتابیں سنتا ہے ان کو تو تمام ہندوستان اور مکہ معظّمہ سے کافر اور بے دین ہونے کا فتویٰ آچکا ہے۔ جس کے دل میں مکہ معظّمہ کی عزت نہیں وہ ہمارا کچھ نہیں لگتا۔“

اسی طرح اس نے جھوٹی موٹی حدیثیں سنا کر میرے اباجی کو بہت ہی بدظن کردیا یہاں تک کہ ان کے دل میں سلسلہ کی طرف سے اور میری طرف سے سخت دُشمنی پیدا کردی۔ اب میرے اباجی کو میری اصلاح کی فکر ہوئی۔ میرے محلہ کے قریب غیر احمدیوں کی جامع مسجد تھی۔ جو بھی باہر سے کوئی غیر احمدی علماء آتے اور محلے میں وعظ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرتے تو مجھے اُن سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا اس لئے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ باقاعدہ کرتا اور میرے پاس حضور علیہ السلام کی تقریباً تمام کتب تھیں۔ میرے اباجی گاہے بگاہے مختلف مولوی صاحبان سے میری بحث کروایا کرتے کہ میں کسی طرح احمدیت سے تائب ہو جاؤں اور راہِ راست پر آجاؤں۔ وہ بعض دفعہ اپنے پیر صاحب جو جمال شاہ کے نام سے مشہور تھے اور بہت حصہ شہر کا ان کا مرید تھا مجھے لے کر جایا کرتے تھے تا کہ احمدیت سے تائب ہو جاؤں اور غیر احمدی علماء سے مقابلہ کرنے کے نتیجہ میں محلہ والوں سے جو دشمنی کا ماحول پیدا ہوگیا تھا وہ ختم ہوجائے۔

ایک دفعہ میں سخت بیمار ہوگیا اور چوتھے کا بخار مجھے سردی سے ہوجاتا تھا۔ والد صاحب اسی بیماری کی حالت میں ہی مجھے اُٹھوا کر پیر صاحب کی خدمت میں لے گئے اور پیر صاحب سے عرض کیا کہ ”اِس کیلئے دعا کریں اور اس کی اصلاح بھی کریں تا کہ یہ احمدیت سے باز آجائے“۔ پیر صاحب نے بہت سی باتیں احمدیت کے خلاف سنائیں اور کہا کہ اگر تو احمدیت سے توبہ نہ کرے گا تو یاد رکھ موت تیرے سر پر کھڑی ہے۔ میں نے کہا اگر میں مر بھی جاؤں تو بھی مسیح موعود کی صداقت سے انکار نہیں کرسکتا۔ اُن کی صداقت سے انکار کرنا قرآن شریف کو پس پشت ڈالنا ہے اور قرآن ہاتھ سے جاتا ہے تو ایمان بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا آپ قرآن مجید سے میرے ساتھ بات کریں مگر قرآن مجید ان کو کہاں آتا تھا۔

پھر کچھ عرصہ گذرنے پر میرے والد صاحب نے یہ پروگرام بنایا کہ مولوی اسحاق صاحب اور اپنے پیر صاحب سائیں جمال شاہ کو گھر پر دعوت دی جائے اور میرے احمدیت سے تائب ہونے کے لئے کچھ کوشش کی جائے۔ چنانچہ سائیں جمال شاہ جو کہ ایک مشہور پیر تھے اور انکے درود و وظیفہ کی شہرت تھی او چلے کشی میں بھی مہارت رکھتے تھے اور سینکڑوں لوگ ان کے مرید پٹیالہ میں اور دوسرے شہروں میں موجود تھے وہ اور ان کے ساتھ مولوی اسحاق مفتی شہر پٹیالہ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف محمد حسین بٹالوی کے بھجوائے گئے کفرنامہ کے فارم پر نہ صرف خود تصدیق کی بلکہ دوسرے پٹیالہ کے علماء سے بھی دستخط کروائے تھے، والد صاحب کی دعوت پر تشریف لے آئے۔

دعوت کھانے کے بعد جب فارغ ہوئے تو تقریباً رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ شاہ صاحب نے بڑی محبت اور نرمی سے مجھے اپنے پاس بلایا اور پاس بٹھا کر مولوی اسحاق صاحب کی طرف اشارہ کیا اور مولوی اسحاق میری طرف مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ آپ نے مرزا صاحب کی کیا کرامت دیکھی ہے کہ ہماری طرف سے ہٹ کر اُس کی طرف ہوگئے۔

میں نے عرض کیا کہ:

”دیکھنے والے ایمان نہیں لایا کرتے بلکہ ایمان لانے والے تمام کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال موجود ہے۔ اُدھر ابوجہل کی مثال موجود ہے جو باوجود ساری عمر دیکھنے کے ایمان نہ لایا اور حضرت ابوبکرؓ نے ایمان لانے سے سبھی کچھ دیکھ لیا۔“

اس کے بعد مولوی صاحب نے کہا:

”دیکھو کتنا جھوٹ بولتے ہیں کہتے ہیں میرا نکاح آسمان پر ہوگیا۔ اور وہ عورت دوسرے گھر میں بچے جن رہی ہے۔“ میں نے عرض کیا ”ایسے سوال گذرے ہوئے نبیوں سے ہوتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ایسا سوال ہوچکا ہے۔ مثلاً تمام نبیوں کے مخالفوں کو قرآن شریف سے یہی جواب ملتا ہے جبکہ مخالف تمام نبیوں کے یہی سوال اٹھاتے رہے ہیں کہ بتا وہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر تو سچا ہے باوجود تمام نشان دیکھتے ہوئے اور وعدے پورے ہوتے دیکھ کر یہی سوال اٹھاتے رہے جو کہ آپ نے کیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی کہ نبی کریم ﷺ کا نکاح آسمان پر حضرت عیسیٰ کی ماں مریم کے ساتھ فرعون کی بیوی کے ساتھ اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے ساتھ کب ہوا۔ آپ جیسے دشمنان تک اس پاک ذات وجود پر اعتراض کرتے ہیں۔

میں نے کہا کہ خدا کے ماموروں اور خدا کے رسولوں کو شناخت کرنے کیلئے ان کی دعوی نبوت سے پہلے کی زندگی دیکھی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے جو نبیوں کے معیار صداقت مقرر کئے ہیں وہ آپ بیان فرمادیں۔ میں اُس معیار پر حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو ثابت کردوں گا۔

مولوی صاحب یہ میری باتیں سن کر دم بخود ہوگئے اور شاہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خاموش ہوگئے۔

پیر صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اپنے سامنے بٹھا کر کہنے لگے۔

”میں تب یہ جانتا کہ مرزا صاحب میں کوئی روحانی طاقت ہے اگر وہ میرے ساتھ چالیس روز تک چلہ کشی کریں جتنے دن میں کھانا نہ کھاؤں اور پانی نہ پیوں اتنے دن ہی آپ کے گورو مرزا صاحب بھی میرے ساتھ کھانا نہ کھائیں اور پانی نہ پئیں۔ پھر اس کے بعد اگر خدا نے میرے میں کوئی روحانی طاقت دی ہے تو میں آپ کے گورو کو اپنی طرف کھینچ لوں گا اور اگر اُن میں کوئی روحانی طاقت ہوگی تو وہ مجھے اپنی طرف کھینچ لیں گے۔

یہ پیر صاحب کے الفاظ جب دوسرے موجود لوگوں نے جو ان کے مرید تھے سنے تو بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے واہ جی واہ! کیا اچھی بات پیر صاحب نے کہی ہے اور کیا اعلیٰ صداقت کا معیار مقرر کیا ہے اس کا کوئی جواب نہیں۔

یہ سن کر میں جوش میں آگیا کیونکہ شاہ صاحب کا روحانی معیار اِن لوگوں کی نظروں میں بہت ہی پکا اور درست معیار تھا۔ میں جوش میں اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یہ آپ کا معیار ردّی کے ٹوکرے میں پھینک دینے کے قابل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پیش کردہ معیار کے علاوہ کوئی معیار قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ آپ پہلے ثابت کریں کہ نبی کریم ﷺ بھی اسی طرح مراقبے میں بیٹھ کر مقابلہ دشمنوں سے کرتے تھے۔ اگر یہ معیارِ صداقت درست ہوتا تو رسولِ کریم طائف کی وادی میں جا کر اینٹ اور پتھر نہ کھاتے بلکہ ان کے جو راہب تھے ان کے ساتھ چلہ کشی کرلیتے۔ ساری عمر ابوجہل مخالفت کرتا رہا وہ علم کے لحاظ سے بہت مشہور تھا۔ اس کے ساتھ چلہ کشی کرتے۔ مگر یہ معیار بالکل نبی کریمؐ کے عمل کے خلاف ہے اسی طرح قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے اور کسی حدیث کے مطابق بھی نہیں اس لئے میں آپ کے اس معیار کو ردّی کی ٹوکری میں پھینکتا ہوں۔

ہمارا تو ایسے مراقبوں پر ایمان نہیں ہے اور اگر ہاں آپ کا ایمان ہے تو مرزا صاحب کا یہ ادنیٰ غلام جو اُن کے پیروں کی خاک ہے آپ کے ساتھ

مراقبے میں بیٹھتا ہے۔ جتنے دن میعاد کے اندر آپ نہ کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا اور جتنے دن آپ پانی نہ پیو گے میں بھی نہ پیئوں گا مگر اِس سے پہلے ایک سرکاری کاغذ پر لکھ دیں کہ:

''اگر میں اپنا روحانی اثر نہ ڈال سکا اور رُوحانی طاقت سے مرزا صاحب کو اپنی طرف نہ کھینچ سکا تو کم از کم پانچ صد روپیہ مرزا صاحب کو دوں گا کہ وہ اشاعتِ اسلام میں خرچ کر دیں۔'' اس شرط کے ساتھ میں چلہ کشی میں بیٹھنے کیلئے تیار ہوں۔''

اِس پر میرے والد صاحب سخت خفا ہو گئے اور جو مرید تھے اُن کو بھی جوش آ گیا کہ پیر صاحب کی اِس نے کیسی بے ادبی کی ہے۔ میرے والد صاحب مجھے پیٹنے لگے اور کلہاڑی میرے سر پر پیچھے سے مارنے لگے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت کہ پیچھے سے ایک ہندو یا سکھ نے وہ کلہاڑی جو میرے سر پر مارنے لگے تھے پکڑ لی۔ لوگوں نے میرے باپ سے مجھ چھڑا کر گھر سے باہر نکال دیا۔

میں روتا تھا اور دِل میں بہت جوش تھا۔ میں ایک کمبل لیکر اسٹیشن پر پہنچا اور ساری رات اسٹیشن کے برآمدہ میں پڑا رہا۔ صبح تین بجے جب پٹیالہ اسٹیشن سے قادیان کیلئے گاڑی میں سوار ہونے لگا تو وہی پیر جمال شاہ صاحب اس گاڑی میں کہیں جانے کیلئے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے بہت محبت سے اپنے پاس بلایا اور کہنے لگے کہ ''تم قادیان نہ جاؤ اگر ٹکٹ لے لیا ہے تو اس کی قیمت مجھ سے لے لو۔ میں حضرت مرزا صاحب کو بزرگ اور نیک آدمی خیال کرتا ہوں۔'' مگر میں ان کی بات بھلا کب مان سکتا تھا۔ میں قادیان تقریباً چار بجے کے قریب بعد نمازِ عصر پہنچا اور تمام سرگذشت میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنائی۔ حضور پرنور بہت خوش ہوئے۔ میں روتا جاتا تھا اور سناتا جاتا تھا۔ حضورؑ میرے کندھوں پر تھپکی دیتے چلے جاتے تھے اور یہ فرماتے تھے۔

''آپ نے بہت اچھا جواب دیا اور یہی جواب دینا چاہئے۔ رونا نہیں چاہئے کہ تم نے خدا کی راہ میں گویا جان دے دی۔ آپ کے والد نے گویا آپ کو شہید کر دیا، خدا نے آپ کو بچا لیا۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام اندر گئے اور چینی کے ایک پیالہ میں مجھے دودھ لاکر دیا۔ میں کھڑا کھڑا اس کو پینے لگا حضور نے فرمایا بیٹھ کر پیئیں۔ میں نے وہ دودھ بیٹھ کر پی لیا اور حضور واپس گھر تشریف لے گئے۔

جب میں نے بیعت کر لی تو اپنے والد اور بھائیوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا مگر ایک مخالف عبداللہ خان کی مخالفت اور بھڑکانے سے وہ میرے بہت خلاف ہو گئے۔ ایک روز یہی مخالف عبداللہ خان کسی مخالف کی کتاب لاکر میرے والد صاحب کو سنانے لگا اور مجھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت گالیاں دینے لگا۔ جب میں ان کو کوئی جواب دینے لگتا تو وہ مارنے پر اُتر آتے۔ حتیٰ کہ اِس روز انہوں نے مجھے ایک چھوٹے سے کمرہ میں بند کر دیا اور عبداللہ خان ایک حدیث کی کتاب اور دوسرا کوئی اور کسی مخالف کی کتاب لیکر باہر بیٹھ گئے۔ وہ میری بات تو سنتے ہی نہ تھے۔ اپنی طرف سے معنی حدیثوں کے اُلٹ پلٹ کر کے مجھے قائل کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کئی بار قرآن کریم کی طرف توجہ دِلائی۔ وہ یہی کہتے کہ تم قرآن کریم کے معنے الٹے کرتے ہو۔ حضور کی پیشگوئیوں کی طرف مجھے لے جاتے میں ان کو قرآن سناتا۔ حتیٰ کہ تمام دن اسی طرح میں کوٹھڑی میں بھوکا پیاسا اس عبداللہ کے بہکانے پر رکھا گیا اور مجھ سے وہ بار بار مطالبہ کرتے تھے کہ تم اپنی زبان سے اقرار کرو کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔ چنانچہ میں نو بجے دن سے رات کے دس بجے تک بند رہا۔ اس کے بعد اُنہوں نے دروازہ کھولا اور مجھے کھانا لاکر دیا مگر میں نے غصہ میں کھانا واپس کر دیا اس وقت رات کے دس بجے میرے والد صاحب میری اہلیہ کو لائے جو رشتہ میں میرے ابا جی کی بھانجی تھی اور اُس سے دریافت کیا کہ تم ہمارے پاس رہنا چاہتی ہو یا اپنے خاوند کے ساتھ جانا چاہتی ہو۔ یہ تیرا خاوند تو مرتد بے ایمان ہو گیا ہے۔ تیرا نکاح درست نہیں رہا ہے۔ میری اہلیہ نے کہا کہ میرا خاوند خواہ بے ایمان ہے۔ خواہ مرتد ہے خواہ میرا نکاح جائز ہے یا ناجائز میں تو اس کے ساتھ رہوں گی۔ چنانچہ میرے والد صاحب نے تمام زیور اور کپڑے میرے اور میری اہلیہ کے لیکر ہمیں خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا اور کہہ دیا کہ ہمارا تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔

چنانچہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ حافظ محمد اکبر صاحب کے گھر جو کہ دو فرلانگ کے فاصلہ پر رہتے تھے اور پٹیالہ کے پرانے احمدی تھے چلا گیا اور اس کے بعد جداگانہ طور پر اپنے کاروبار کرتا رہا۔ اس دوران میں بھی میرے ابا جی میری اہلیہ کے پاس آئے اور خود میرا اپنا محنت کر کے خریدا ہوا زیور تین دفعہ چار پانچ سو مالیت کا لے گئے۔ مگر پھر بھی جہاں تک ممکن تھا خدمت سے کبھی گریز نہ کرتا تھا۔ حتیٰ کہ زمانہ گذرتے ہوئے خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا زمانہ آ گیا اور ایک روز میرے والد صاحب بیمار ہو کر میرے پاس آ گئے۔ تین ماہ تک وہ بیمار رہے میں ان کی تیمارداری کرتا اور ان کی ہدایت کیلئے دعائیں کرتا۔ میرے مولا کریم نے میری گریہ وزاری اور مظلومیت کو دیکھتے ہوئے اپنے فضل اور کرم سے میرے ابا جی کو ایک عجیب نظارہ دکھلایا وہ یہ کہ اپنی وفات سے تین روز پیشتر جمعرات کی رات کو میرے ابا جی نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا چاند مکہ معظّمہ کی طرف نکلا ہوا ہے بہت سے لوگ اس چاند کی طرف دوڑے جا رہے ہیں مگر دوسرا چاند چھوٹا ہے جو قادیان کی طرف نکلا ہوا ہے کچھ لوگ دوڑتے ہوئے قادیان کی طرف جا رہے ہیں۔ خواب میں میرے والد صاحب نے دریافت کیا کہ مکہ معظّمی کا چاند تو ٹھیک ہے مگر قادیان کی طرف چاند نکلنے کے کیا معنی ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا او بے سمجھ! بڑا چاند نبی کریم ﷺ ہیں اور چھوٹا چاند حضرت مرزا صاحب کا ہے۔ یہ خواب سنا کر میرے والد صاحب رو پڑے اور میرے سے معافیاں مانگنے لگے۔ مگر مسیح موعود علیہ السلام کو برا کہنے کی معافی میں کیسے دے سکتا تھا۔ میں نے کہا کہ خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیں اور معافی کی درخواست کر دیں مگر افسوس کہ تین دنوں کے بعد وفات پا گئے اور بیعت کا خط نہ لکھ سکے۔ دعا ہے خدا تعالیٰ والد صاحب کی غلطیوں پر محض اپنے فضل سے پردہ پوشی فرمائے اور مغفرت کا سلوک فرمائے آمین۔

اب خدا کی قدرت کا نظارہ دیکھیں کہ وہی عبداللہ خان جو کہ میرے والد صاحب کو میرے خلاف بھڑکایا کرتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توہین کیا کرتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ ''اِنِّی مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ'' جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا تھا اس طرح پورا کیا کہ اِسی عبداللہ خان سے اپنے گھر میں کوئی ایسی بری حرکت سرزد ہوئی کہ اس کے اپنے جوان لڑکے نے اُسے باہر میدان میں نکال کر سر میں وہ جوتیاں ماریں کہ وہ بے ہوش ہو گیا جب محلہ والے کہتے کہ یہ تمہارا والد ہے۔ اس کا لڑکا جواب دیتا تھا کہ تم کو پتہ نہیں اُس نے گھر میں کیا بُری حرکت کی ہے۔ سو مکان میرا خریدا ہوا ہے میں اس کو اپنے مکان میں ہرگز نہ رہنے دوں گا۔

1903ء میں جب مولوی ثناء اللہ صاحب معاند احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں آریہ سماج کے مندر میں آکر ٹھہرے تو اخبار میں اعلان ہوا قادیان کی حفاظت کیلئے مخلص دوست پہرہ دینے کیلئے آئیں۔

چنانچہ میں اور کرم بخش جو کہ نابھ کے رہنے والے تھے اور میرے دوست بھی تھے قادیان میں یہ اعلان پڑھنے کے بعد آئے۔ ہمارا پہرہ اندرون خانہ لگایا گیا۔ ایک دفعہ تقریباً رات کے ایک دو بجے کے قریب جبکہ میں اور کرم بخش صاحب پہرہ دے رہے تھے کہ حضور پرنور مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور ہمیں دیکھ کر ہم سے باتیں کرنے لگے اور میری طرف توجہ فرما کر پوچھنے لگے کہ تم دونوں بھائی ہو؟ میری شکل اور کرم بخش صاحب کی شکل بہت ملتی جلتی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! ہم دونوں سگے بھائی نہیں۔ میں پٹیالہ کا رہنے والا ہوں اور کرم بخش صاحب نابھ کے علاقہ میں رہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جبکہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر بھائی بھائی بنا دیا ہے تو گویا تم کو تو سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے سے محبت کرنا چاہئے اصل بھائی تو روحانی بھائی ہوتے ہیں اس لئے اصل بھائی آپس میں تم ہی ہو۔ اُس وقت سے یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی اور پھر میں تمام زندگی احمدی بھائیوں کی خدمت کرنے کو اپنے سگے بھائیوں کی خدمت پر ترجیح دیتا رہا ہوں۔ غربت کی حالت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ جانی و مالی خدمت کے لئے ہمیشہ ہی کمربستہ رہا ہوں۔ الحمدللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان میں آریہ سماج کے مندر میں آکر ٹھہرے تھے تو انکا وہاں ٹھہرنے کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کو جھوٹا ثابت کرنے کی ایک جاہلانہ کوشش تھی جس میں آپؑ نے اعجاز احمدی میں تحریر کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارہ میں فرمایا تھا کہ مولوی ثناء اللہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے میرے پاس ہرگز نہ آئیں گے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق ان کے لئے موت ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ''اعجاز احمدی'' میں لکھی ہوئی تحریر کو لیکر مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان میں آکر آپ کے پاس ٹھہر کر آپ کی پیشگوئیوں کی پڑتال کرنے کی جگہ اسلام اور آنحضرت ﷺ پر کیچڑ اچھالنے والے دشمن آریہ سماج کے مندر میں بٹالہ سے دو تین سپاہیوں کو ساتھ لیتے ہوئے آ ٹھہرے۔

حضور علیہ السلام کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس حرکت سے بیحد صدمہ ہوا اور آپ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے تو مولوی ثناء اللہ کو ہرگز نہیں کہا تھا کہ وہ آپ کے مکان پر نہ آئے۔ وہ ان آریہ سماج والوں کے مکان پر اُترا جو نبی کریم ﷺ کو صدہا گالیاں نکالتے تھے۔ جن کے گندے رسالے ابھی تک موجود ہیں آپ نے فرمایا کہ:

''ایک غیرت مند مومن کا کام نہیں کہ ایسے پلید گروہ دشمن اِسلام کے گھر میں اُترے اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اُس کی خاطر داری کرتا۔''

مولوی ثناء اللہ کی طرف سے آپ کی طرف ایک رُقعہ بھجوایا گیا اور مناظرہ کی صورت میں آپ

سے بحث کرنا چاہی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو تحریر فرمایا کہ آپ علیہ السلام نے ’’اعجاز احمدی‘‘ میں مناظرہ کی بابت نہیں کہا تھا بلکہ پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے اپنے پاس آکر ٹھہرنے کا کہا تھا مناظرہ کے لئے نہیں کیونکہ آپ خدا تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ آپ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کریں گے۔

آپؑ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے سامنے یہ صورت رکھی کہ وہ اعتراض تحریری طور پر لکھیں اور آپ حضرت اقدس علیہ السلام اُس کا جواب تحریری لکھیں گے جو مجمع میں پڑھ کر سنا دیا جائے گا۔

مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اِس طرز کو منظور نہ کیا اور دوبارہ مناظرہ کی طرز پر بات چیت پر اصرار کیا اس پر حضور علیہ السلام نے مولوی صاحب کو تحریراً پیغام بھجوایا کہ آپ حضرت اقدس اپنی کتاب انجام آتھم میں قسم کھا چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین سے کوئی تقریر نہ کریں گے اور ایک مامور من اللہ معاہدہ الٰہی کے خلاف کیسے کوئی فعل کرسکتا ہے۔ اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے قادیان سے جانے کے بعد ’’فاتح قادیان‘‘ کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا اور غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب نے خود ہی دعوت مناظرہ دی تھی اور خود ہی الہام کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا حالانکہ مولوی صاحب کو نہ تو حضرت صاحب نے مناظرہ کیلئے ملایا تھا اور وہ قادیان خود ہی اطلاع دیئے بغیر اپنی مرضی سے تشریف لائے تھے اور پھر حضور علیہ السلام کے پاس بھی نہیں گئے بلکہ آریہ سماج کے مندر سے ہی واپس چلے گئے۔

1905ء میں پٹیالہ سے چند آدمیوں کا وفد قادیان جانے کیلئے تیار ہوا۔ جس میں خاکسار خدا بخش مومن جی کے علاوہ جناب مولوی عبد اللہ صاحب، حاجی محمد صدیق صاحب، محمد افضل صاحب۔ حافظ نور محمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب شامل تھے۔ ہمارا وفد پٹیالہ اسٹیشن سے تین بجے صبح کی گاڑی سے راجپورہ کی طرف روانہ ہوا۔ راجپورہ کے اسٹیشن پر نمازِ فجر ہم نے میر مہدی حسین صاحب کی اقتداء میں ایک چھوٹی سی مسجد میں ادا کی۔ اسی مسجد میں مولوی حشمت اللہ بھی بیٹھے ہوئے تھے میر مہدی حسین صاحب نے ان سے کچھ مذہبی گفتگو شروع کر دی۔ آپ نے مولوی حشمت اللہ سے پوچھا کہ آپ نے جو حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی تھی اب آپ اس کو چھوڑ بیٹھے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

مولوی حشمت اللہ نے جواب دیا کہ:

میں نے مرزا صاحب میں کوئی نقص نہیں دیکھا اور نہ ہی دیکھنے کی کوشش کی ہے مگر تمام مسلمانوں کا اجماع اس عقیدے پر ہے تو میں تمام مسلمانوں کے اجماع کو چھوڑ کر کیوں دوسروں کے پیچھے لگوں۔ میر مہدی حسین صاحب نے بہتیرے دلائل دیئے مگر انہوں نے کسی کو تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ سات بجے کے قریب راجپورہ سے امرتسر جانے والی گاڑی آگئی چنانچہ ہمارے وفد کے لوگ امرتسر کے لئے گاڑی میں سوار ہوگئے۔ امرتسر گاڑی تقریباً گیارہ بجے کے قریب پہنچی۔ دوست اپنا سامان مجھے سونپتے ہوئے امرتسر شہر چلے گئے کیونکہ بٹالہ جو گاڑی جاتی تھی اس میں دیر تھی۔ گاڑی کے آنے کے عین وقت پر دوست واپس آگئے۔ ان کے ساتھ شیخ یعقوب علی عرفانی بھی تھے۔ انہوں نے ہی دوستوں کو شہر میں پھرایا اور کھانا بھی کھلایا اور پھر ہمارے ساتھ ہی قادیان کے لئے بٹالہ سے سوار ہوئے۔ بٹالہ سے اُتر کر یکوں پر قادیان جانے کیلئے ہم سوار ہوئے نہر کے کنارے پر اُتر کر کچھ عرصہ قیام کیا اور شیخ صاحب کے پیچھے نماز ظہر وعصر ملا کر پڑھی۔ اُس وقت شیخ صاحب نے باریک ململ کا سفید کرتا پہنا ہوا تھا جو کہ بہت خوشنما لگتا تھا اور چہرہ سے بھی لگتا تھا کہ نہایت ہی خدا کا پیارا انسان ہے۔ اس وقت شیخ صاحب پورے جوانی کے عالم میں تھے۔

ہم تقریباً پانچ بجے شام کو قادیان بخیریت پہنچ گئے۔ جس وقت ہم بستر اٹھائے ہوئے مہمان خانہ کے قریب پہنچے ہم نے دیکھا کہ میاں محمود فضل عمر نہایت خوبصورت چہرہ لیے اور کُنڈی پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ ہم تمام دوستوں نے ہاتھ ملائے شاید اس وقت ان کی عمر 13 یا 14 سال کی ہوگی اور میری عمر تقریباً اس وقت 24 سال تھی اور میں صاحب اولاد تھا ان دنوں مہمان خانہ کا ایک لمبا سا کمرہ ہوتا تھا جس میں ہم نے قیام کرنا تھا۔ وہاں پر عبد الحق پنڈت جو کہ آریہ مت سے مسلمان ہوا تھا وہ بھی ٹھہرا ہوا تھا یا کہ ہمارے قادیان پہنچنے کے بعد آیا تھا یہ مجھے بالکل یاد نہیں مگر وہ نہایت ہی بدمزاج شخص تھا۔ وہ حُقّہ پیتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بٹالہ سے اُسے حُقّہ منگوا کر دیا تھا۔ (ان دنوں قادیان میں حُقّہ نہیں ملا کرتا تھا۔)

اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام روزانہ ناشتہ میں حلوا تیار کروا کے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ نشے والی چیزیں استعمال کرتے ہیں اور چونکہ وہ بہت ہی خشک ہوتی ہیں اس واسطے انکو حلوا ضرور کھلایا جائے۔

ایک دفعہ مولوی عبد اللہ صاحب نے جو کہ پٹیالہ سے ہمارے ساتھ تشریف لائے تھے عبد الحق پنڈت کے حُقّہ سے دو گھونٹ لگا لئے تو اس نے تمام حُقّہ توڑ کر باہر پھینک دیا اور مولوی صاحب کو بھی بہت برا بھلا کہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر بٹالہ سے عبد الحق صاحب کو حقہ منگا دیا اور یہ فرمایا کہ: ’’انکے حقہ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔‘‘ ہمارے سامنے پاس ہی کمرے میں عبد الحیٔ عرب صاحب بھی تھے وہ وہیں اپنی چائے تیار کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ ایک چائے کی پیالی اسی پنڈت کو نہایت محبت سے پلا دیا کرتے تھے۔ ہم تقریباً ایک ہفتہ یا اس سے ایک دو دن زائد قادیان میں ٹھہرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کی نماز کے بعد سبیل پر بیٹھ جاتے تھے اور حضور پرنور علیہ السلام کے پاؤں سبیل سے نیچے ہوتے ہم مغرب کی نماز ادا کر کے کوشش کرتے کہ حضور پرنور کی ٹانگیں اور پاؤں دبائیں۔ اکثر دفعہ ہمیں دبانے کا موقع ملا۔

ایک دن ہم سب نے دستی بیعت کی اور پنڈت عبد الحق نے بھی ہمارے ساتھ کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

اگلی صبح کو جب ہم ناشتہ کر کے باہر سیر کو چلے تو وہ عبد الحق پنڈت بھی ہمارے ساتھ ہولیا۔ جب ہم مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے باہر نکلے تو دیکھا کہ مٹی کے ڈھیر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ اس وقت حضرت میاں بشیر احمد کے مکان کی بنیاد کھودی جارہی تھی۔ چنانچہ ہم چاروں حضور کے پاس چلے گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ میرے یا ڈاکٹر صاحب یا محمد افضل صاحب تینوں میں سے کسی ایک کے کندھے پر حضرت اقدس نے ہاتھ رکھا اور عبد الحق کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے۔ ابھی یہاں کچھ عرصہ ٹھہریں اور ہمارے حالات سے اچھی طرح واقفیت پیدا کر کے پھر بیعت کریں۔

عبد الحق نے جواب دیا حضور میں نے تو رات بیعت کر بھی لی ہے۔

حضرت اقدس تقریباً دو منٹ تک خاموش رہے اور پھر فرمانے لگے۔ دیکھو! ایک عیسائی تھا اس کو سو روپیہ تنخواہ عیسائیوں کے مِشن سے ملتی تھی۔ مسلمانوں نے کہا کہ تم مسلمان ہوجاؤ عیسائیوں کے ہاں اگر تمہیں سو روپیہ تنخواہ ملتی ہے تو ہم تمہیں ڈیڑھ سو دیں گے۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ کچھ عرصہ وہ مسلمان رہا۔ پھر عیسائیوں نے کہا کہ تم اچھے بھلے آدمی ہو عیسائی ہوجاؤ ہم تمہیں دو سو روپیہ دیں گے تو وہ عیسائی ہوگیا۔ کچھ عرصہ عیسائی رہا اور پھر مسلمانوں نے کہا کہ ہم تمہیں تین سو روپیہ دیں گے تم مسلمان ہوجاؤ اور وہ پھر مسلمان ہوگیا۔

حضور علیہ السلام نے اس عیسائی کے تین مرتبہ مذہب کے بدل لینے کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ:

’’اس طرح کا ایمان اچھا نہیں ہوتا۔‘‘

ہم نے حضور پرنور کی یہ بات سنی مگر اس کی حقیقت کو نہ پہنچے۔ پھر جب ہم پٹیالہ آگئے تو اس پنڈت عبد الحق کے بارہ میں سنا کہ وہ اتنی دفعہ ہی پلٹا کھاتے ہوئے مسلمان ہوا اور اتنی دفعہ ہی آریہ بنا۔ جس طرح حضور علیہ السلام نے اپنی مثال میں بیان فرمایا تھا۔

خدا کے نبی اندرونی حالت جان جاتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ نے مہمان نوازی میں کچھ کمی نہ فرمائی تھی۔ مہمان خانہ میں حُقّہ پینے کی اجازت نہ تھی مگر پھر بھی دوسرے مذہب سے آنے کی وجہ سے اس پنڈت کی ہر طرح تکریم فرمائی اور انسانی ضروریات کا بھرپور خیال رکھا۔

ایک دفعہ رمضان شریف کا مہینہ تھا اور ہمیں پتہ چلا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی سے قادیان واپس جارہے ہیں اور راستہ میں ایک دِن لدھیانہ بھی قیام فرمائیں گے۔ معلوم ہونے پر کچھ دوست صبح ہی راجپورہ کو چلے چونکہ دھوری کے اسٹیشن سے گاڑی تبدیل کر کے براستہ مالیرکوٹلہ لدھیانہ پہنچنا تھا اور اس گاڑی کے آنے میں کچھ دیر تھی مکرم شیخ نور محمد فرمانے لگے کہ کھیرو پاس ہی ہے چلو نور محمد مجذوب سے جو کہ حضور علیہ السلام کے مشہور پرانے خادموں میں سے ہیں ان سے ملاقات کرآئیں چنانچہ ہم نور محمد مجذوب جو کہ شیخ نور محمد صاحب کے سگے ماموں بھی تھے ملاقات کے لئے کھیرو پہنچے۔

نور محمد مجذوب نے فرمایا کہ میں جب حضور مسیح موعود علیہ السلام سے انبالہ میں ملنے کے لئے گیا اور مصافحہ کرتے ہوئے دریافت کیا کہ میں کیا کروں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کِھیرو واپس چلے جائیں۔ وہیں بیٹھے رہیں اور اللہ کو یاد کرتے رہیں چنانچہ میں نے اُلٹے پاؤں تیس بتیس میل کا سفر دو دن میں کیا لوگ مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ اُلٹے پاؤں کیوں چلتے ہو تو میں ان کو جواب دیتا تھا کہ اپنے پیر کی طرف پیٹھ کرنا جائز نہیں سمجھتا وہی میرا قبلہ و کعبہ ہے۔ نور محمد مجذوب صاحب سے ملاقات کے بعد بذریعہ ٹرین دھوری سے راستہ مالیرکوٹلہ ہم شام کے پانچ بجے کے قریب لدھیانہ پہنچ گئے تقریباً عصر کی نماز کے بعد لدھیانہ پہنچے تھے۔ ہم نے روزے رکھے ہوئے تھے۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے تو مصافحہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سفر میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ عرض کیا حضور اب تو تھوڑا سا وقت باقی ہے تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ۔ جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا خدا کو تم زبردستی راضی کرنا چاہتے ہو۔

ہم نے اسی وقت دیگ میں سے مٹی کے

آب خورے کے ساتھ پانی پیا اور روزے افطار کردیئے۔

اگلے دن صبح آٹھ بجے حضور علیہ السلام کی تقریر تھی آپ نے گیارہ بجے تک تقریر کی اور کچھ اپنے گزرے ہوئے واقعات بیان فرماتے جاتے تھے اور اپنی چھڑی کو اس تخت پوش پر خوشی سے جلدی جلدی مارتے جاتے تھے اور بیان کرتے جاتے تھے اور باہر کی طرف سے آوازیں آرہی تھیں کہ رمضان شریف کا احترام نہیں کیا گیا۔ اس واسطے یہ مسلمان نہیں ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام نے بڑے امن سے اندر متواتر تین گھنٹہ تقریر فرمائی۔ باہر سے جو پتھر پھینکے گئے وہ بعض دوستوں کو لگے بھی مگر وہ بیٹھے رہے۔ اور تقریر سنتے رہے۔

اگلے روز حضور علیہ السلام صبح کی گاڑی سے امرتسر روانہ ہوئے۔ میں اکیلا حضور علیہ السلام کے ساتھ امرتسر آیا جبکہ پٹیالہ سے آنے والے دوسرے دوست واپس پٹیالہ چلے گئے۔ امرتسر میں تقریر کا انتظام تھا مگر سخت مخالفت کی وجہ سے حضور علیہ السلام تقریر نہ کرسکے اور بند گاڑی میں بیٹھ کر اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ بہت سارے دوستوں کو پتھر لگے اور چوٹیں بھی آئیں مگر مجھ بدبخت کو کوئی پتھر نہ لگا۔ اگلے روز میں پٹیالہ آگیا اور دوستوں کو تمام ماجرہ سنایا۔

1905ء میں خاکسار خدا بخش مومن جی اپنے چند دوستوں کے ساتھ پٹیالہ سے قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کیلئے گیا۔ اس سفر میں پٹیالہ سے جناب مولوی عبداللہ صاحب (جو بعد میں پٹیالہ جماعت کے امیر بھی رہے) محترم حاجی محمد صدیق صاحب۔ محترم محمد افضل صاحب۔ حافظ نور محمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اس سفر میں میرے ساتھ شامل تھے۔

قادیان میں حضور علیہ السلام کی پاک صُحبت میں آٹھ نو دن رہ کر جب واپس پٹیالہ آنے کا پروگرام بنا خاکسار خدا بخش مومن جی نے واپسی کی اجازت کیلئے حضرت اقدس کی خدمت میں اندرونِ خانہ ایک چٹھی بھجوائی کیونکہ حضور علیہ السلام بوجہ چوٹ لگنے کے جو کان کے پاس سر کے نیچے ایک الماری کے لگنے سے ہوئی تھی حضور تین چار دِنوں سے باہر تشریف نہ لائے تھے۔

حضرت اقدس نے مجھے اپنے گھر کے اندر بلالیا میرے ساتھ دوست بھی ملاقات کیلئے اندر گئے جب ہم اندر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اقدس ایک معمولی چارپائی پر جس پر رضائی کا ابرہ بچھا ہوا تھا اور آپ کی چارپائی کے ایک پائے پر لوہے کی پتری لگی ہوئی تھی ایک تکیے کو دوہرا کئے ہوئے اپنی کہنی اس پر ٹکا کر دائیں کروٹ لیٹے ہوئے ہیں۔ ہم نے حضور پرنور سے مصافحہ کیا اور سامنے کی چارپائی پر بیٹھ گئے۔

حاجی محمد صدیق صاحب نے حضرت اقدس سے سوال کیا کہ نماز پڑھتے ہوئے التحیات میں یہ جو اُنگلی اُٹھا کر اشارہ کیا جاتا ہے اُس کا کیا مطلب ہے؟ حافظ نور محمد صاحب نے اُنگلی کے اشارہ سے حاجی صاحب کو منع کیا۔ اس خیال سے کہ حضور علیہ السلام کو تکلیف نہ ہو اور یہ بات خلاف ادب نہ ہو۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا چہرہ مبارک اوپر اُٹھایا اور تکیہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور بڑے جوش سے فرمانے لگے کہ:

''جب آنحضرت ﷺ نے شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ

''اے میرے پیارے اپنی دنیا سے میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو''

آنحضرت ﷺ نے عرض کیا کہ:

''میں کیا لاتا یہ تمام کچھ تیرا ہی عنایت کردہ ہے۔ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالطَّيِّبَاتُ یعنی تمام بدنی عبادتیں اور جانی عبادتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام حمدیں حضور تعالیٰ ہی کی طرف سے عنایت کردہ ہیں کہ عملی رنگ میں تیری مخلوق کے سامنے رکھ دیں اور تمام نماز اور روزہ کے احکام جاری کئے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

'' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یعنی میری طرف سے تجھ پر اے نبی سلامتی ہو اور رحمتیں اور برکتیں ہوں بہت بہت اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا اور ان لوگوں پر بھی سلام ہو میری طرف سے جو تیرا عملی نمونہ دیکھ کر عمل پیرا ہوتے ہیں۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ یعنی جب انسان انگلی سے اشارہ کرتا ہے تو گویا وہ خلوص دل کے ساتھ اقرار کرتا ہے اور اپنے آپ کو بطور گواہی کے شامل کرتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا بندہ برحق رسول ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں آخری زمانہ کیلئے بھی پیشگوئی ہے کہ جبکہ بہت سارے لوگ نبی کریم کی جھوٹی تعریف کرکے دنیا کمانے لگ جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی نمونہ بنا کر امتِ محمدیہ کو محمد ﷺ کی صحیح تعریف اور صحیح عزت پورے طور پر کرنے کیلئے راستہ دکھاوے تاکہ محمد ﷺ کی عزت دلوں میں قائم ہوجائے اور وہی سلام جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی پر بھیجا وہی سلام پیارے نبی کے وسیلہ سے مسیح موعود کو پہنچایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح میرے الہام میں بھی مجھ کو سلام فرمایا۔''

حضور پرنور نے اپنی تقریر قریباً 10 منٹ تک جاری رکھی۔ اس کے بعد جب حضور ختم کرچکے تو ہم مصافحہ کرنے کے بعد واپس آگئے میں یہ نہیں کہتا کہ میرے الفاظ وہی ہوں گے۔ جو حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے نکلے تھے میری غلطی سے اگر لفظوں میں فرق پڑ گیا ہو تو ہو مگر اصل مقصد اور مفہوم یہی ہے۔ یہی بیان میں نے مولوی عبداللہ صاحب سے (جو کہ امیر جماعت پٹیالہ بھی بنے) ان سے بھی سنا تھا ایک دفعہ میں نے اپنے گھر پٹیالہ دروازہ صیف آبادی تکیہ شوق الٰہی میں مولوی عبداللہ صاحب کی تقریر کروائی۔ اتفاق سے اُس وقت فلاسفر اللہ دین صاحب بھی پٹیالہ آئے ہوئے تھے۔ پہلے انہوں نے تقریر کی تو غیر احمدیوں نے کچھ بکواس شروع کردی تو پھر مولوی عبداللہ صاحب نے نہایت پرجوش آواز سے یہی بیان دہرایا تھا۔ سورۃ انبیاء کے پہلے رکوع کا ترجمہ صداقت مسیح موعود کو پیش کرتے ہوئے یہی بیان التحیات کا حضور علیہ السلام کے لفظوں میں اپنی تقریر میں پیش کیا۔

1907ء میں پٹیالہ سے ہم چھ آدمیوں کا وفد قادیان جلسہ کیلئے گیا۔ خاکسار خدا بخش مومن جی کے علاوہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب حافظ ملک محمد صاحب بھائی محمد یوسف صاحب ملاں نبی بخش صاحب اور خان صاحب عبدالغنی بسی والے اس وفد میں شامل تھے۔ ہمارے وفد کو ٹھہرنے کے لئے قادیان میں جو کمرہ ملا وہ مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے نیچے خزانہ کا کمرہ تھا اور وہاں ہر وقت پہرہ ہوتا تھا۔

(ہم نے اپنا سامان وغیرہ کمرہ میں رکھا ہی تھا کہ ڈاکٹر حشمت اللہ کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔ اُس وقت دن کے تین یا چار بجے ہوں گے اور اُس وقت ابھی کھانا تیار نہ ہوا تھا۔ میں ان کے لئے مچھلی کے پکوڑے خرید لایا مگر ابھی انہوں نے دو تین لقمے لئے تھے کہ مچھلی کا کانٹا اُن کے حلق میں چبھ گیا۔ ہر چند کوشش کی مگر وہ نہ نکلا اور ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال جانا پڑا اور وہاں کچھ دوائیوں کے استعمال سے وہ نیچے کو ہوا۔ تب ڈاکٹر صاحب اپنے بستر پر آرام کرنے کیلئے لیٹے۔)

اگلے دن جلسہ کا پہلا دن تھا لوگوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ نو بجے کے قریب حضور پرنور مسیح علیہ السلام باہر تشریف لائے اور ہندوؤں کے بڑے بازار سے گزرتے ہوئے بہت بڑے مجمع کے ساتھ ریتی چھلّہ پہنچے۔ ہجوم بہت تھا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو دیکھنا چاہتا تھا۔ سخت بھیڑ کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی جوتی پر بعض دوستوں کے پاؤں پڑ جاتے تھے اور حضور کی جوتی پاؤں سے نکل جاتی تھی۔ جب دو تین مرتبہ ایسا ہوا تو لوگ کچھ گھبرا گئے مگر حضور پرنور کو کوئی شکایت کسی قسم کی نہ تھی بلکہ نہایت خوشی سے یہی فرماتے تھے کہ میرے خدا کی باتیں پوری ہورہی ہیں۔

حضور پرنور کا پروگرام تو دُور تک سیر کرنے کا تھا مگر لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ سنبھالنا مُشکل ہوگیا تھا۔ لوگ بے قرار ہوتے اور اوپر تلے گرتے تھے۔ لوگوں کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ریتی چھلہ میں ایک لسوڑھی کے درخت کے نیچے کھڑے ہوگئے تاکہ لوگ اچھی طرح زیارت کرلیں۔ مولوی عبدالقادر صاحب جو لدھیانہ سے تعلق رکھتے تھے ان کے بیٹے حکیم محمد عمر صاحب اُونچی آواز سے کہتے تھے۔

''چودہ سو سال کے بعد نبی کی شکل دکھائی دی ہے اس لئے لوگ بے قرار ہیں۔''

حکیم محمد عمر بلند آواز سے بار بار کہتے تھے لوگوں سے کہ بیٹھ جاؤ۔ کچھ دیر کے بعد آپ حضور علیہ السلام سیدھے کالج کی طرف چل پڑے اس وقت کالج کی کوئی عمارت وغیرہ نہ تھی وہاں پر میدان میں کپڑا بچھا کر بیٹھ گئے۔ وہاں پر بھی حکیم محمد عمر صاحب اونچی آواز میں لوگوں کو بیٹھ جانے کے لئے کہتے تھے۔ میں اُس وقت مجمع کی کثرت کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ مجھے حضور علیہ السلام کی شکل تو نظر نہ آتی تھی مگر کچھ کچھ فارسی کے شعروں کی آواز کان میں پڑتی تھی اور اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کی یہ آواز بھی کانوں میں آئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرمادیا تھا کہ تیرے پاس فوج در فوج لوگ آئیں گے اور راستے میں گڑھے پڑ جائیں گے اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو ان کی مہمان نوازی سے گھبرا نہ جانا۔ بسبب دُور ہونے کے میں کچھ اور سن نہ سکا۔ کچھ عرصہ وہاں پر بیٹھ کر حضور علیہ السلام واپس شہر میں آگئے اور ہم لوگ بھی اپنی قیام گاہ میں آگئے۔

رات کو ہم سب اس کمرہ میں کھانا کھانے کے بعد دونوں مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرکے سو گئے مگر ڈاکٹر صاحب اس وقت ہمارے ساتھ کمرہ میں نہ تھے۔ خدا معلوم وہ کس وقت سونے کیلئے

آئے یا کہ نہ آئے مگر صبح کی نماز اِسی کمرہ میں جو کہ مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے نیچے تھا ہمارے ساتھ ادا کی کیونکہ مسجد میں ہونے کی وجہ سے امام کی آواز کمرہ میں آتی تھی۔

نماز فجر ادا کرنے کے بعد ڈاکٹر حشمت اللہ کی زبانی سنا کہ آج رات کو تین آدمی کھانا کھانے سے رہ گئے تھے اور بھوکے تھے اور حضور علیہ السلام کو الہام ہوا کہ بھوکوں کو کھانا کھلا اور حضور پرنور نے خود لالٹین لئے ہوئے تین آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ ''اِن تین آدمیوں میں سے ایک میں بھی تھا۔''

جلسہ ختم ہونے پر ہم واپس پٹیالہ چلے گئے اور اس جلسہ کے بعد مجھ بدنصیب کو موقع نہ مل سکا کہ میں حضور پرنور کے چہرہ مبارک کی زیارت کرسکوں۔ 26 مئی 1908ء کو حضور علیہ السلام اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے اُس دن تین بجے کے قریب میرے بھائی مسیتا نے آکر بتایا کہ مرزا صاحب فوت ہوگئے ہیں۔ میں سخت ناراض ہوا کہ شاید مذاق کررہا ہے مگر اُس نے دوبارہ کہا کہ سچ مچ مرزا صاحب آج دس بجے فوت گئے ہیں۔ مجھے بہت صدمہ ہوا میں کام چھوڑ کر جلدی سے ڈیگ بازار میں مسجد احمدیہ جانے لگا تھا کہ اُتنے میں دو دوست خانصاب عبدالغنی بسی والے اور منشی عبدالعزیز نابھ والے میرے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے یہ بات درست ہے کہ حضور علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ ہم تینوں ڈیگ بازار مسجد احمدیہ روانہ ہوئے وہاں پر اکثر حصہ احمدیوں کا موجود تھا مولوی عبداللہ خان صاحب نے نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

ہم تینوں نماز ادا کرکے قادیان آنے کو تیار ہوئے۔ ہم صبح تین بجے کی گاڑی سے سوار ہوکر کوئی شام کے پانچ بجے کے قریب قادیان پہنچ گئے۔ اُس وقت خلیفۃ المسیح الاوّل کھڑے تقریر کررہے تھے اور حضور کو سپرد ِخاک کردیا گیا تھا۔ ہم تینوں نے تعارف کراتے ہوئے بیعت کی اور پھر بہشتی مقبرہ کی طرف رُخ کیا وہاں قبر پر جاکر ہم تینوں کی جو حالت ہوئی وہ خدا ہی جانتا ہے کہ رونا بند ہوتا ہی نہ تھا کوئی تقریباً آدھ گھنٹہ تک ہم تینوں قبر پر کھڑے ہوئے روتے رہے۔ آخر رضا بقضائے الٰہی خیال کرتے ہوئے واپس آگئے۔ دو تین دن تک قیام قادیان میں رکھتے ہوئے پھر پٹیالہ گھر واپس آگئے۔

حضرت خدا بخش مومن جی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں:

اس سے پیشتر کہ میں محمدی بیگم سے ذاتی طور پر سنی گئی اُس گواہی کا ذکر کروں جو انہوں نے میرے سامنے اُس پیشگوئی کے بارہ میں دی جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر ان کے ساتھ نکاح کے بارہ میں دی تھی۔ یہ جان لینا انتہائی ضروری ہے کہ اس پیشگوئی کے کرنے سے حضرت اقدس کا مقصد نکاح کرنا تھا یا کہ کوئی اور مقصد اعلیٰ تھا جو کہ اس کے ذریعہ حاصل کرنا تھا۔

سو جان لینا چاہئے کہ اس نکاح والی پیشگوئی سے ہرگز ہرگز کوئی نفسانی خواہش کو پورا کرنا نہ تھا بلکہ یہ خدائی ہستیاں جو کہ خدا کی فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کے سینہ میں بندگانِ خدا کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ ان بزرگ ہستیوں کے ہر ہر عمل کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوق کا اپنے مالک حقیقی سے ملاپ کروانا۔ دنیادار لوگ ان پاکیزہ ہستیوں کو اپنے دنیاوی خیالات کے مطابق ناپنا چاہتے ہیں اور اس طرح سچائی کو پانے سے محروم رہ جاتے ہیں اور خدائی فرستادہ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس پیشگوئی کا جو اصل مدعا غرض اور مقصد تھا وہ اپنے ہاتھ سے یہی لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کے کچھ قریبی رشتہ دار محمدی بیگم کے حقیقی ماموں اور خالہ اور پھوپھی اور والد پرلے درجہ کے بے دین لوگ تھے اور دینداری سے ان کو کچھ بھی مس نہ تھا بلکہ دین کی باتوں پر تمسخر اڑاتے اور اِس معاملہ میں محمدی بیگم کے ماموں ان سب کے لیڈر تھے اور مرزا احمد بیگ جو کہ محمدی بیگم کے والد تھے اُس کے تابع تھے اور بالکل ان کے زیر اثر ہوکر ان کے اشارہ پر چلتے تھے۔ اور جیسا کہ منکرین حق کا دستور ہے یہ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نصیحت کرنے پر کسی آسمانی نشان کے طالب رہتے تھے اور حضور کے دعویٰ الہام پر ہنسی اڑا دیا کرتے تھے۔ اصل غرض محمدی بیگم کے والد اور ماموں صاحب کی بار بار درخواست کی وجہ سے ایک خدائی نشان دکھانا تھا۔ پیشگوئی کی غرض یہ تھی کہ قدرت الٰہی کا ظہور کیا جاوے اور اگر یہ لوگ مان لیں گے تو ان کے لئے رحمت کا نشان اور اگر انکار کریں گے تو ایک عذاب کا نشان ہوگا۔

اب میں اپنا واقعہ لکھتا ہوں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے 1926ء میں پٹی ین میں کمپنی کی ادویات کو بیچنے کیلئے گیا۔ ایک روز ظہر کی نماز ایک مسجد میں ادا کرنے کیلئے گیا اور جب میں نماز ادا کرکے مسجد سے باہر آیا تو ایک شخص میرے ساتھ ہی مسجد سے باہر آیا جس کا نام جمال الدین تھا اور معماری کا کام کرتا تھا اُس نے میرے پاس اشتہار دیکھتے ہوئے کہا کہ میری بیوی عرصہ سے بیمار ہے آپ اس کو دیکھ لیں میں نے کہا کہ حکیم نہیں ہوں مگر میرے پاس جرمنی ادویات پیٹنٹ ہیں جو کہ عورتوں کے خاص امراض کیلئے مجرب ہیں۔ سو اُس نے ایک دوائی ایوسکس خریدی اور قیمت دے دی۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ آج شب برات ہے آپ میرے ساتھ کچھ حلوا کھالیں۔ میں ان کے ساتھ ان کے گھر چلا گیا۔ انہوں نے گوشت روٹی اور حلوا سے میری بہت ہی تواضع کی۔ اس کے بعد اُنہوں نے احمدیت کے بارہ میں کچھ سوالات کئے۔ میں نے ان کے جواب دیئے۔ آخر میں اُنہوں نے محمدی بیگم کی پیشگوئی پر اعتراض کرنے شروع کردیئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تعدی کی کہ محمدی بیگم یہاں پٹی ین میں رہتی ہیں۔ چلو میں تم کو ساتھ لے چلتا ہوں اور اُن کی گواہی دِلاتا ہوں کہ مرزا صاحب نے جو پیشگوئی کی وہ جھوٹی نکلی۔

چنانچہ میں اُس کے ساتھ مرزا سلطان محمد کے گھر گیا تاکہ کچھ دریافت کروں۔ ہم دونوں ڈیوڑھی میں بیٹھ گئے اور کُنڈی ہلا کر اُن کو بلایا۔ جناب مرزا سلطان محمد صاحب دونوں بغلوں میں لکڑیوں کا سہارا دیتے ہوئے ہمارے پاس آگئے۔ میں تو خاموش رہا۔ مگر انہوں نے (جمال الدین صاحب) نے بات چھیڑ دی اور پیچھے دروازہ کے محمدی بیگم بھی آبیٹھی تھیں۔ (وہ اس طرح معلوم ہوا کہ مرزا سلطان محمد کچھ حضرت صاحب کے متعلق جواب دیتے تو اُن سے بھی مشورہ ساتھ ساتھ لیتے جاتے تھے۔)

جب دو تین مرتبہ جمال الدین صاحب نے حضرت صاحب کے متعلق اعتراض کے رنگ میں سوال کیے تو مرزا سلطان صاحب نے ایسی سختی سے اُن کو ڈانٹا کہ ''خبردار کوئی حضرت صاحب کی شان میں گستاخی کی میں ان کو نہایت بزرگ نیک صالح جانتا ہوں۔ مجھ کو آریوں عیسائیوں اور خاص مسلمانوں کی طرف سے ہزاروں روپوں کی طمع دی جاتی رہی ہے کہ محض اس قدر لکھ دیں کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور جو پیشگوئی ہمارے متعلق کی گئی تھی وہ جھوٹی تھی۔ مگر اپنے ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت صاحب کو سچا جانتا ہوں اور مانتا ہوں۔ آپ آئندہ سے میرے ساتھ ایسی کوئی بات نہ کریں بلکہ خدا تعالیٰ نے میرے گھر والوں کو خواب میں بتادیا ہے کہ مرزا صاحب سچے ہیں اور میں ان کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرسکتا۔ خواب کی تفصیل جو محمدی بیگم نے تختوں کے پیچھے پردہ میں بیٹھے ہوئے اپنی زبان سے سنائی وہ یہ تھی۔

''جب میرے میاں مرزا سلطان محمد فرانس میں رہتے تھے تو وہاں پر کسی شخص نے انہیں گولی مار دی تھی۔ مجھے جب اطلاع ملی تو میں بہت پریشان ہوئی۔ اسی رات کو خواب میں دیکھتی ہوں کہ حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود علیہ السلام) نے مجھے دودھ کا پیالہ دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ پریشان مت ہو تیرے سر کی چادر محفوظ رہے گی۔''

وہ جمال الدین یہ سب سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور مجھ سے معافیاں مانگتے ہوئے اپنے گھر چلے گئے۔

سو یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ پیشگوئی ایک وسیلہ تھی محمدی بیگم کے خاندان کو خدا تک پہنچانے کا اور جب اصل مقصد پورا ہوگیا تو نکاح کے ظاہری رنگ میں پورا ہونے کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

جب سلطان محمد کے خسر اور محمدی بیگم کے والد عین میعاد کے اندر فوت ہوگیا اور ان کے ماموں کا خاندان معیاد کے اندر فوت ہوگیا اور انکے خاندان کا ایک ہی لڑکا جو کہ بچ گیا تھا تمام کجی چھوڑتے ہوئے اپنے خدا سے ڈر کر مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں آگرا اور اُدھر سلطان محمد یعنی محمدی بیگم کا خاوند ڈرتا ہوا خدا کی درگاہ میں استغفار کرتا ہوا تائب ہوگیا تو نکاح کی ضرورت ہی نہ رہی۔

دُشمنان اسلام مخالف مولوی کو شرمندہ کرنے کیلئے اعتراض کرتے ہیں کہ بتاؤ تو سہی کہ جبکہ تمہارے رسول نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ میرا نکاح آج رات حضرت عیسیٰ کی ماں کے ساتھ اور موسیٰ کی بہن کے ساتھ اور فرعون کی بیوی کے ساتھ آسمان پر خدا نے کردیا ہے اور حضرت عائشہؓ تین دفعہ مبارک باد دیتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ یارسول اللہ آپ کو مبارک ہو۔ مگر دشمنِ اسلام اس کا صحیح مطلب نہ سمجھتے ہوئے معترض ہوتے ہیں۔ آپؐ کا نکاح آج تک اِن تینوں عورتوں سے کیوں نہیں ہوا؟ گویا نعوذ باللہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ ہمارے بزرگوں نے جو اس کا اصلی جواب دیا ہے وہی جواب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ بزرگوں نے ان نکاحوں کی تفسیریوں کی ہے کہ نکاح سے مراد اُن کی قوم کے لوگ ایمان لاکر اسلام قبول کریں گے۔ یہ اظہر من الشّمس ہے کہ عیسائیوں میں سے بھی لوگ اسلام پر ایمان لائے اور یہودیوں میں سے بھی ایمان لائے اور نبی کریم ﷺ کے فرمانبردار بنے اور فرعونیوں میں سے بھی ایمان لاکر پیشگوئی کی سچائی کا ثبوت بنے۔''

❁❁❁

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2014

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ معجزات ونشانات کی روشنی میں

منیر احمد خادم۔ ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد جنوبی ہند

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ لَّيُؤۡمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰيٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَمَا يُشۡعِرُكُمۡ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ○ (الانعام : 110)

وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ○ (فاطر:26)

ترجمہ :: اور انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائی ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آئے تو وہ اُسے ضرور قبول کریں گے تُو (مومنوں سے) کہہ کہ نشانات بھی اور وہ چیز بھی جو تمہیں بتادے گی کہ جب وہ (نشانات) آجائیں تو وہ (لوگ) ایمان (پھر بھی) نہیں لائیں گے، اللہ ہی کے پاس ہے۔

اور اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہیں تو اُن لوگوں نے بھی جو اُن سے پہلے گذرے تھے (اپنے وقت کے رسولوں کو) جھٹلایا تھا۔ اُن کے پاس اُن کے زمانہ کے رسول کھلے کھلے نشانات کے ساتھ، واضح صحائف کے ساتھ اور روشن کتاب کے ساتھ آئے تھے۔

قارئین کرام!

جب بھی دُنیا خدا کے نُور سے اپنا منہ موڑ لیتی ہے اور ایک ظلمت وتاریکی چھاجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی ایک بندہ پر جسے وہ پسند کرتا ہے اپنا نور نازل فرماتا ہے اور اس کے تمام وجود کو اپنے نُور سے بھر دیتا ہے۔ وہ بندہ خدا کی گود میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اس پر ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے آنے کے ساتھ ساتھ وہ نور اس کے اردگرد میں بھی اپنی چمک پھیلاتا ہے خواہ کوئی عقل منداس کی پیروی کرے یا نہ کرے۔ وہ نور خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی پیدا کر دیتا ہے کہ اس سے پہلے دنیا میں وہ روشنی اور صفائی موجود نہیں ہوتی۔ لوگ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں اور غیب سے ایک حرکت ان کی قوّت متفکرہ میں پیدا ہوجاتی ہے اور یہ تمام عقلی ترقی اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس الٰہی قانون کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

’’جب تم دیکھو کہ مذاہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہوگیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ اُبال آیا ہے تو اُٹھو اور خبردار ہوجاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہوگئی ہے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 116)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں :

’’جب یہ بقا کی حالت بخوبی استحکام پکڑ جائے اور سالک کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اور اُس کا جزو وجود بن جائے اور ایک نور آسمان سے اُترتا ہوا دکھائی دے جس کے نازل ہونے کے ساتھ ہی تمام پردے دُور ہوجائیں اور نہایت لطیف اور شیریں اور حلاوت سے ملی ہوئی ایک محبت دل میں پیدا ہو جو پہلے نہیں تھی اور ایک ایسی خنکی اور اطمینان اور سکینت اور سُرور دِل کو محسوس ہو کہ جیسے ایک نہایت پیارے دوست مدّت کے بچھڑے ہوئے کی یک دفعہ ملنے اور بغلگیر ہونے سے محسوس ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے روشن اور لذیذ اور مبارک اور سرور بخش اور فصیح اور معطّر اور مبشرانہ کلمات اُٹھتے اور بیٹھتے اور سوتے اور جاگتے اس طرح پر نازل ہونے شروع ہوجائیں کہ جیسے ایک ٹھنڈی اور دلکش اور پُرخوشبو ہوا ایک گلزار پر گذر کرآتی اور صبح کے وقت چلنی شروع ہوتی اور اپنے ساتھ ایک سُکر اور سرور لاتی ہے اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف ایسا کھینچا جائے کہ بغیر اس کی محبت اور عاشقانہ تصور کے جی نہ سکے اور نہ یہ کہ مال اور جان اور عزت اور اولاد اور جو کچھ اس کا ہے قربان کرنے کے لئے تیار ہو بلکہ اپنے دل میں قربان کرہی چکا ہو اور ایسی ایک زبردست کشش سے کھینچا گیا ہو جو نہیں جانتا کہ اسے کیا ہوگیا اور نورانیت کا بشدت اپنے اندر انتشار پاوے جیسا کہ دن چڑھا ہوا ہوتا ہے اور صدق اور محبت اور وفا کی نہریں بڑے زور سے چلتی ہوئی اپنے اندر مشاہدہ کرے اور لحظہ بہ لحظہ ایسا احساس کرتا ہو کہ گویا خدا تعالیٰ اس کے قلب پر اُترا ہوا ہے جب یہ حالت اپنی تمام علامتوں کے ساتھ محسوس ہو تب خوشی کرو اور محبوب حقیقی کا شکر بجالاؤ کہ یہی وہ انتہائی مقام ہے جس کا نام لقار کھا گیا ہے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 71)

پھر خدا کے ایسے بندوں کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

’’وہ صرف پیشگوئیوں تک اپنے کمالات کو محدود نہیں رکھتے۔ ان پر حقائق اور معارف کھلتے ہیں اور دقائق و اسرارِ شریعت اور دلائل لطیفہ حقانیت ملّت ان کو عطا ہوتے ہیں اور اعجازی طور پر ان کے دل پر دقیق در دقیق علومِ قرآنی اور لطائفِ کتاب ربانی اُتارے جاتے ہیں اور وہ ان فوق العادت اسرار اور سماوی علوم کے وارث کئے جاتے ہیں جو بلا واسطہ موہبت کے طور پر محبوبین کو ملتے ہیں اور خاص محبت ان کو عطا کی جاتی ہے اور ابراہیمی صدق وصفا ان کو دیا جاتا ہے اور رُوح القدس کا سایہ اُن کے دلوں پر ہوتا ہے وہ خدا کے ہوجاتے ہیں اور خدا اُن کا ہوجاتا ہے۔ ان کی دعائیں خارق عادت طور پر آثار دکھاتی ہیں ان کے لئے خدا غیرت رکھتا ہے وہ ہر میدان میں اپنے مخالفوں پر فتح پاتے ہیں ان کے چہروں پر محبت الٰہی کا نور چمکتا ہے ان کے در و دیوار پر خدا کی رحمت برستی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں ہوتے ہیں خدا ان کے لئے شیرِ مادہ سے زیادہ غصہ ظاہر کرتا ہے جس کے بچے کو کوئی لینے کا ارادہ کرے۔ وہ گناہ سے معصوم، وہ دشمنوں کے حملوں سے معصوم، وہ تعلیم کی غلطیوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ وہ آسمان کے بادشاہ ہوتے ہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ صفحہ 170)

ان کی رضامندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ پس جس شخص پر وہ شدت سے راضی اور خوش ہوتے ہیں اس کے آئندہ اقبال کے لئے بشارت ہوتی ہے اور جس پر وہ بشدت ناراض ہوتے ہیں اس کے آئندہ ادبار اور تباہی پر دلیل ہوتی ہے کیونکہ بباعث فنا فی اللہ ہونے کے وہ سرائے حق میں ہوتے ہیں۔ اور پھر اپنے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’خدا نے اپنے زندہ کلام سے بلاواسطہ مجھے یہ اطلاع دی ہے اور مجھے اس نے کہا ہے کہ اگر تیرے لئے یہ مشکل پیش آوے کہ لوگ کہیں کہ ہم کیونکر سمجھیں کہ تُو خدا کی طرف سے ہے تو اُنہیں کہہ دے کہ اِس پر یہ دلیل کافی ہے کہ اُس کے آسمانی نشان میرے گواہ ہیں۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پیش از وقت غیب کی باتیں بتلائی جاتی ہیں اور وہ اسرار جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں وہ قبل از وقت ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ نشان ہے کہ اگر کوئی ان باتوں میں مقابلہ کرنا چاہے مثلاً کسی دعا کا قبول ہونا اور پھر پیش از وقت اس قبولیت کا علم دیئے جانا یا اور غیبی واقعات معلوم ہونا جو انسان کی حدعلم سے باہر ہیں تو اس مقابلہ میں وہ مغلوب رہے گا گو وہ مشرقی ہو یا مغربی۔ یہ وہ دو نشان ہیں جو مجھ کو دیئے گئے ہیں۔‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ 8)

آپؑ فرماتے ہیں :

’’مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ نشان جو میرے لئے ظاہر کئے گئے اور میری تائید میں ظہور میں آئے اگر ان کے گواہ ایک جگہ کھڑے کئے جائیں تو دنیا میں کوئی بادشاہ ایسا نہ ہوگا جو اس کی فوج ان گواہوں سے زیادہ ہو۔ تاہم اس زمین پر کیسے کیسے گناہ ہو رہے ہیں کہ ان نشانوں کی بھی لوگ تکذیب کررہے ہیں۔ آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی۔

‘‘(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، صفحہ 2)

سامعین کرام! سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں کی تعداد میں جو عظیم الشان تبشیری وانذاری نشانات عطا فرمائے ہیں آپ علیہ السلام نے ان کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عربی دانی کا نشان عطا فرمایا ہے اور باوجودیکہ آپ عربی زبان نہیں جانتے تھے آپ کو ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کے چالیس ہزار مادے الہام فرمائے چنانچہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پہلی عربی تصنیف 1893ء میں تحریر فرمائی جو کہ آپ کی

اردو کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام کے ساتھ عربی میں ''التبلیغ'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے وہ عظیم الشان نعتیہ قصیدہ بھی تصنیف فرمایا ہے جس کو پڑھ کر ملک کے عربی دان تو الگ رہے عرب کے باشندے بھی عش عش کر اُٹھے چنانچہ ایک عرب عالم جن کا نام نامی السید محمد سعید تھا نے اس کتاب کو سُن کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا :

''اے وہ عظیم الشان وجود کہ جس کے اوصاف حمیدہ کے بارہ میں مجھے نسیم شوق نے آگاہی دی ہے اور اے وہ ہستی کہ جس کے فیوض کے عطر سے نرگس کے پھولوں نے مہک مستعار لی ہے۔''

اور آپؑ کے عربی قصیدہ کو پڑھ کر لکھا :

''واللہ میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار بھی پسند نہیں کئے مگر ان اشعار کو مَیں حفظ کروں گا''

اس کے بعد سعید شامی صاحب قادیان آئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں شامل ہوگئے اور پھر یکے بعد دیگرے عرب کے ایک درجن ابدال واقطاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں شامل ہوئے۔

یہ ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کلام عربی کا اعجاز جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے آپ کو ایک ہی رات میں عربی زبان کے چالیس ہزار مادے سکھا دیئے تھے جس پر آپ نے عرب وعجم پر حجت قائم کرنے کے لئے متعدد کتب عربی زبان میں تصنیف فرمائیں ایسی کتب کی تعداد 21 ہے۔ ان کتب میں ایک کتاب خطبہ الہامیہ کے نام سے موسوم ہے جو کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ارشاد فرمودہ آپ کا ایک خطبہ ہے جس کے متعلق آپ کو الہام ہوا کہ ''مجمع میں عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی ہے'' اور الہام ہوا ''کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ'' آپ نے اپنی عربی کتب میں علماء عرب وعجم کو ان کی عربی دانی اور تفسیر نویسی کے چیلنج دیئے ہیں لیکن آج تک آپ کے چیلنج اسی طرح قائم ہیں۔ کسی کو آج تک آپ کے مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی اور جو مقابل پر آیا وہ سخت ناکام ونامراد ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ آج تک آپ کا یہ علمی معجزہ قرآن مجید کی عظیم الشان عربی تفاسیر کی شکل میں چمک رہا ہے اور چڑھتے ہوئے سورج کی طرح آپ کی عظیم الشان صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔

دوسرا حصہ آپ کے نشانات ومعجزات کا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں اور جو ہزارہا کی تعداد میں ہیں وہ قبولیت دُعا کے نشان کے طور پر ہیں۔

ذیل میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض ایسی معجزانہ دعاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے جو کہ احیائے موتےٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ 1907ء کی بات ہے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس عظیم الشان معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''عبد الکریم نام ولد عبدالرحمٰن ساکن حیدرآباد دکھن ہمارے مدرسہ میں ایک لڑکا طالب العلم ہے۔ قضاء قدر سے اس کو سگ دیوانہ کاٹ گیا۔ ہم نے اس کو معالجہ کے لئے کسولی بھیج دیا۔ چند روز تک اس کا کسولی میں علاج ہوتا رہا پھر وہ قادیان میں واپس آیا۔ تھوڑے دن گزرنے کے بعد اس میں وہ آثار دیوانگی کے ظاہر ہوئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں اور پانی سے ڈرنے لگا اور خوفناک حالت پیدا ہوگئی۔ تب اس غریب الوطن عاجز کے لئے میرا دل سخت بیقرار ہوا اور دُعا کے لئے ایک خاص توجہ پیدا ہوگئی۔ ہر ایک شخص سمجھتا تھا کہ وہ غریب چند گھنٹہ کے بعد مر جائے گا۔ ناچار اس کو بورڈنگ سے باہر نکال کر ایک الگ مکان میں دوسروں سے علیحدہ ہر ایک احتیاط سے رکھا گیا اور کسولی کے انگریز ڈاکٹروں کی طرف تار بھیج دی اور پوچھا گیا کہ اس حالت میں اس کا کوئی علاج بھی ہے؟ اس طرف سے بذریعہ تار جواب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر اس غریب اور بے وطن لڑکے کے لئے میرے دل میں بہت توجہ پیدا ہوگئی اور میرے دوستوں نے بھی اس کے لئے دعا کرنے کے لئے بہت ہی اصرار کیا۔ کیونکہ اس غربت کی حالت میں وہ لڑکا قابل رحم تھا اور نیز دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ مر گیا تو ایک بُرے رنگ میں اس کی موت شماتت اعداء کا موجب ہوگی۔ تب میرا دل اس کے لئے سخت درد اور بے قراری میں مبتلا ہوا اور خارق عادت توجہ پیدا ہوئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر پیدا ہوجائے تو خدا تعالیٰ کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہوجائے۔ غرض اس کے لئے اقبال علی اللہ کی حالت میسر آگئی۔ اور جب وہ توجہ انتہاء تک پہنچ گئی اور درد نے اپنا پورا تسلط میرے دل پر کرلیا تب اس بیمار پر جو درحقیقت مردہ تھا اس توجہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔ اور یا تو وہ پانی سے ڈرتا اور روشنی سے بھاگتا تھا اور یا یک دفعہ طبیعت نے صحت کی طرف رخ کیا اور اسنے کہا کہ اب مجھے پانی سے ڈر نہیں آتا۔ تب اس کو پانی دیا گیا تو اس نے بغیر کسی خوف کے پی لیا بلکہ پانی سے وضو کر کے نماز بھی پڑھ لی اور تمام رات سوتا رہا اور خوفناک اور وحشیانہ حالت جاتی رہی۔ یہاں تک کہ چند روز تک بکلی صحت یاب ہوگیا۔ میرے دل میں فی الفور ڈالا گیا کہ یہ دیوانگی کی حالت جو اس میں پیدا ہوگئی تھی یہ اس لئے نہیں تھی کہ وہ دیوانگی اس کو ہلاک کرے بلکہ اس لئے تھی کہ تا خدا تعالیٰ کا نشان ظاہر ہو اور تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ کبھی دنیا میں ایسا دیکھنے میں نہیں آیا کہ ایسی حالت میں کہ جب کسی کو دیوانہ کتے نے کاٹا ہو اور دیوانگی کے آثار ظاہر ہوگئے ہوں پھر کوئی شخص اس حالت سے جانبر ہوسکے۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۴۶، ۴۷)

محترم سامعین! تیسرا نشان اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم الشان پیشگوئیوں کے رنگ میں عطا فرمایا ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں :

''میری تائید میں اسنے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو 16 جولائی 1906 ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں اور اگر کوئی میری قسم کا اعتبار نہ کرے تو مَیں اس کو ثبوت دے سکتا ہوں۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدہ کے موافق مجھ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں ہر محل میں اپنے وعدہ کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اس نے پوری کیں۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں اس نے بموجب اپنے وعدہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کے میرے پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل اور رسوا کیا۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو مجھ پر مقدمہ دائر کرنے والوں پر اس نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری مدتِ بعث سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ مدت دراز کسی کاذب کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور بعض نشان زمانہ کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں یعنی یہ کہ زمانہ کسی امام کے پیدا ہونے کی ضرورت تسلیم کرتا ہے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں دوستوں کے حق میں میری دعائیں منظور ہوئیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو شریر دشمنوں پر میری بددعا کا اثر ہوا۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری دعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفا پائی اور اُن کی شفا سے پہلے مجھے خبر دی گئی۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میرے لئے اور میری تصدیق کے لئے عام طور پر خدا نے حوادث ارضی یا سماوی ظاہر کئے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے خوابیں آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جیسے سجادہ نشین صاحب العلم سندھ جن کے مرید ایک لاکھ کے قریب تھے اور جیسے خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ ہزارہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ خواب میں اُن کو بتلایا گیا کہ یہ سچّا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو بعض اکابر نے میری پیدائش یا بلوغ سے پہلے میرا نام لیکر میرے مسیح موعود ہونے کی خبر دی جیسے نعمت اللہ ولی اور میاں گلاب شاہ ساکن جمال پور لدھیانہ۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 67، 68)

چوتھا نشان جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ قرآن کریم کے دقائق ومعارف کا ہے کیونکہ معارف قرآن اس شخص کے سوا کسی پر کھل نہیں سکتے جس کی تطہیر ہوچکی ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں :

''مَیں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ میرے مخالف بھی ایک سورۃ کی تفسیر کریں اور مَیں بھی تفسیر کرتا ہوں اور پھر مقابلہ کرلیا جائے مگر کسی نے جرأت نہیں کی۔''

چنانچہ آج بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تفاسیر قرآنی پر مشتمل یہ زندہ جاوید کتب سب دُنیا کے سامنے هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کا نعرہ بلند کر رہی ہیں۔

سامعین کرام! اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ اگر یہ نبی ہماری طرف کوئی جھوٹا الہام بنا کر پیش کرتا خواہ وہ چند ہی ہوں تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی اُسے بچا نہیں سکتا۔

(سورۃ الحاقّہ)

اس آیت کے مضمون سے واضح ہے کہ کوئی بھی شخص جھوٹا الہام بنا کر کبھی بھی کامیاب وکامران نہیں ہوسکتا۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی جن پیشگوئیوں کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش فرما رہے ہیں اُن پیشگوئیوں کے مطابق آپ کی کامیابی و کامرانی اور آپ کے دشمنوں کی ذلت وخواری آپؑ کی صداقت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔ کیوں طاعون کے زمانہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے زمانہ میں آئی تھی آپؑ کے دشمن طاعون سے ہلاک ہوئے اور خدا نے آپؑ کو محفوظ و مامون رکھا۔

یہی نہیں آپ پر قتل کے مقدمے بنائے گئے۔ دشمن آپؑ کے قتل کے درپے ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو الہاماً فرمایا تھا کہ یَعْصِمُکَ اللّٰہُ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ چنانچہ اس تعلق میں حضور فرماتے ہیں :

''براہین احمدیہ میں ایک یہ بھی پیشگوئی ہے یَعْصِمُکَ اللّٰہُ مِنْ عِنْدِہٖ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ یعنی خدا تجھے تمام آفات سے بچائے گا اگرچہ لوگ نہیں چاہیں گے کہ تو آفات سے بچ جائے یہ اس زمانہ کی پیشگوئی ہے جبکہ میں ایک زاویۂ گمنامی میں پوشیدہ تھا اور کوئی مجھ سے نہ تعلق بیعت رکھتا تھا نہ عداوت۔ بعد اس کے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مَیں نے کیا تو سب مولوی اور اُن کے ہم جنس آگ کی طرح ہو گئے اُن دنوں میں میرے پر ایک پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک نام نے خون کا مقدمہ کیا اس مقدمہ میں مجھے یہ تجربہ ہو گیا کہ پنجاب کے مولوی میرے خون کے پیاسے ہیں اور مجھے ایک عیسائی سے بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اور گالیاں نکالتا ہے بدتر سمجھتے ہیں کیونکہ بعض مولویوں نے اس مقدمہ میں میرے مخالف عدالت میں حاضر ہو کر اس پادری کے گواہ بن کر گواہیاں دیں اور بعض اس دعا میں لگے رہے کہ پادری لوگ فتح پاویں۔ میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ وہ مسجدوں میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ اے خدا اس پادری کی مدد کر اُس کو فتح دے مگر خدائے علیم نے اُن کی ایک نہ سنی۔ نہ گواہی دینے والے اپنی گواہی میں کامیاب ہوئے اور نہ دعا کرنے والوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ یہ علماء ہیں دین کے حامی اور یہ قوم ہے جس کے لئے لوگ قوم قوم پکارتے ہیں۔ ان لوگوں نے میرے پھانسی دلانے کے لئے اپنے تمام منصوبوں سے زور لگایا اور ایک دشمن خدا اور رسول کی مدد کی۔ اور اس جگہ طبعاً دلوں میں گذرتا ہے کہ جب یہ قوم کے تمام مولوی اور اُن کے پیرو میرے جانی دشمن ہو گئے تھے پھر کس نے مجھے اُس بھڑکتی ہوئی آگ سے بچایا حالانکہ آٹھ نو گواہ میرے مجرم بنانے کے لئے گذر چکے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اُسی نے بچایا جس نے پچیس برس پہلے یہ وعدہ دیا تھا کہ تیری قوم تو تجھے نہیں بچائے گی اور کوشش کرے گی کہ تو ہلاک ہو جائے مگر میں تجھے بچاؤں گا جیسا کہ اُس نے پہلے سے فرمایا تھا جو براہین احمدیہ میں آج سے پچیس برس پہلے درج ہے اور وہ یہ ہے فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا ○ یعنی خدا نے اُس الزام سے اُس کو بری کیا جو اُس پر لگایا گیا تھا اور وہ خدا کے نزدیک وجیہ ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 231)

اس موقعہ پر خاکسار یہ بھی عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو سال 1898 میں الہام ہوا کہ :

''مَیں تیری تبلیغ کو
زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

یہ الہام آپؑ کو اس وقت ہوا جبکہ آپ ایک اعتبار سے غربت اور گمنامی کے دَور سے گزر رہے تھے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

مَیں تھا غریب و بے کس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

چنانچہ آج آپ کی تبلیغ قادیان، پنجاب اور پھر ہندوستان سے نکل کر دنیا کے دوصد چھ ممالک میں پھیل کر آپ کی صداقت کے عظیم الشان اور چمکتے ہوئے نشان ظاہر کر رہی ہے اور ہر سال لاکھوں افراد اس الٰہی نظام میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نعوذ باللہ من ذالک جھوٹے تھے جیسا کہ علماء سُوء کا کہنا ہے تو پھر ایسی صورت میں حسب آیت سورہ الحاقّہ دنیا کے دوصد سے زائد ممالک میں آپ کی تبلیغ کا پہنچنا تو درکنار قادیان کی اسی بستی میں ناکام و نامراد ہو کر آپؑ کو گمنام ہوجانا چاہئے تھا لیکن ایک شخص خدا کے الہام کی روشنی میں فرماتا ہے کہ اللہ مجھے فرماتا ہے کہ :

''مَیں تیری تبلیغ کو
زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

اور اللہ تعالیٰ سو سال کے عرصہ میں تمام دنیا میں ایک شہرت کے ساتھ اس کی تبلیغ کو پھیلا دیتا ہے اور دنیا کے تمام خطوں کے ہر رنگ و نسل اور قومیت کے لوگ اور عرب و عجم اور امیر و غریب اور دانشور اور بادشاہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر درود بھیجتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دُور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے۔ جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 403)

اللہ تعالیٰ دنیا کی آنکھیں کھولے اور انہیں وہ روحانی بینائی نصیب کرے جس کے نتیجہ میں ان کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان معجزات و نشانات کو دیکھنے اور سمجھنے کی طاقت پیدا ہو جائے کیونکہ طلوع آفتاب کے بعد اس کے نور و تمازت سے محرومی بڑی بڑی نحوستیں پیدا کرتی ہے اور اس کی آج یہ دنیا شکار ہے۔ اللہ سب دنیا کو بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ رکھے اور غلبہ اسلام کے سورج کو پوری دنیا پر روشن کر دے۔ آمین۔

سامعین کرام سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ دنوں میں اصلاح اعمال کے متعلق جو متواتر خطبات ارشاد فرمائے ہیں اس میں آپ نے ایمانوں کی مضبوطی کے علاج کے طور پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات و معجزات کے تذکرے کو بار بار احباب جماعت کے سامنے بیان کرنے کا ذکر فرمایا ہے آخر پر حضور انور کے ان ارشادات کو پیش کر کے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں :

''پہلے علاج کے طور پر تربیت کر کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے نشانات، آپ کی وحی، آپ کے تعلق باللہ اور آپ کے ذریعہ سے آپ کے ماننے والوں میں روحانی انقلاب کا ذکر کیا جائے۔ یہ ذکر متواتر اور بار بار ہونا چاہئے۔''

پھر فرمایا :

''ہمارے پاس جو خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ہیں، اُس سے خدا تعالیٰ کی ہستی دنیا کو دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہے، اُس سے لوگوں کے دلوں کو قائل کریں۔''

نیز فرمایا :

''تازہ نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ظاہر ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو ہر دم ہمارے ساتھ ہے، اُس سے یہ سچائی ثابت کریں۔ لیکن بات وہی ہے کہ اپنی حالتوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق بنائیں۔ جماعت کی عملی قوت کو مضبوط کریں۔ جماعت کے بچوں، عورتوں اور مردوں کے سامنے یہ باتیں پیش کریں اور بار بار پیش کریں۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیّدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کے مطابق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز نشانات و معجزات کا مطالعہ کرنے اور اپنی عملی قوتوں کو مضبوط کرنے اور پھر اس کے ذریعہ دنیا میں آپ کی صداقت کو پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اہل دنیا کے قلوب پر خدا کا جلال و جمال ظاہر ہو، تا اہل دنیا خدا کے نور اور اس کی محبت سے بھر جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2014

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعوت الی اللہ کی روشنی میں

جمال شریعت احمد۔ مبلغ انچارج کولکاتہ

اللہ تعالیٰ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے : وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ○ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ○

(حٰم السجدة:34-36)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

نہ اچھائی بُرائی کے برابر ہوسکتی ہے اور نہ بُرائی اچھائی کے (برابر)۔ ایسی چیز سے دفاع کر کہ جو بہترین ہو۔ تب ایسا شخص جس کے اور تیرے درمیان دشمنی تھی وہ گویا اچانک ایک جاں نثار دوست بن جائے گا۔

اور یہ مقام عطا نہیں کیا جاتا مگر اُن لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا۔ اور یہ مقام عطا نہیں کیا جاتا مگر اُسے جو بڑے نصیب والا ہو۔

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں توحید خالص کے قیام کے لئے معبوث کرتا ہے۔ دنیا میں جس قدر بھی انبیاء آئے ہیں سب نے لوگوں کو ایک خدا کی طرف بُلایا ہے اور یہی دعوت دی کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ صرف اس کی عبادت کرو اور اس پر اس کی تمام قدرتوں اور صفات کے ساتھ ایمان لاؤ۔ ہمارے آقا و مطاع سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس جذبے، لگن اور جانفشانی سے دعوت الی اللہ کے اس عظیم الشان فریضہ کو ادا کیا ہے وہ آپ ؑ کی زندگی کا سب سے روشن و درخشندہ باب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت رسول عربی ﷺ کے عاشق صادق کی بعثت بھی اسی عظیم مقصد کے لئے ہوئی اور آپ ؑ نے بھی اپنے آقا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دعوت الی اللہ کے جام پیئے ہیں۔ اپنے آقا کی متابعت میں آپ بھی یہ تڑپ رکھتے تھے کہ مخلوق اپنے خالق حقیقی کو شناخت کرے۔ چنانچہ دعوت الی اللہ کی اس مہم میں آپ علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف کیا۔ اپنی تحریر و تقریر اور وعظ و نصیحت میں خالق حقیقی کے عرفان کے دریا بہائے۔ مخلوق خدا کو شرک و گناہ کی دلدل سے نکال کر حقیقی دولت ایمان عطا فرمائی اور خدا تعالیٰ کے عرفان سے معمور، خالق کے وصال سے مشرف ایک ایسی پیاری جماعت کی بنیاد رکھی جس کا حقیقی مطمح نظر بھی یہی بن گیا کہ مخلوق کو خالق حقیقی کی طرف بلایا جائے اور اس کی شناخت کرا کے اس کے عرفان سے متمتع کرایا جائے۔

چنانچہ آپ ؑ کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جب کشتی اسلام بیچ سمندر میں بے سروسامانی کی حالت میں ہچکولے کھا رہی تھی۔ ایسے میں اسلام کی حالت زار پر آپ ؑ کے سینہ میں جو تلاطم برپا تھا اُس کا اندازہ آپ ؑ کے اس شعر سے ہوتا ہے۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

یہی وہ درد و کرب تھا جو آپ ؑ کو راتوں کو بے قرار رکھتا اور فتح و غلبہ اسلام کے لئے آپ ؑ ماہی بے آب کی مانند تڑپتے ہوئے آستانۂ الٰہی پر جھک کر عرض کرتے ؎

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفیٰ
مجھکو کر اے میرے سُلطان کامیاب و کامگار

چنانچہ ان دلدوز کیفیات سے گزرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں گریہ وزاری کرتے ہوئے آپ ؑ نے دعوت و تبلیغ کا عظیم الشان کام شروع کردیا اور پھر حیات کی آخری سانس تک اسکو جاری رکھا۔ چنانچہ آپ ؑ بے رونق دنیا کو اُمید اور زندگی کی نوید دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

''خدا تعالیٰ نے اس زمانے کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے تا کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچّائی کو قائم کرے۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 251)

پھر فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔'' (رسالہ الوصیت صفحہ ۷)

چنانچہ آپ ؑ نے باذن الٰہی تمام بھولی بھٹکی مخلوق کو واحد و یگانہ خدا تعالیٰ کے آستانے کی طرف ہر ممکنہ طریق سے دعوت دی ہے۔ جیسا کہ آپ ؑ فرماتے ہیں :

''میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے۔ اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچّا خدا.... پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا.... ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹی جاتی ہے میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچّائی اور یقین کے جواہر انکو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پر ہو جائیں۔

ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اپنے نوع سے محبت کرتی ہے یہاں تک کہ چیونٹیاں بھی، اگر کوئی خودغرضی حائل نہ ہو۔ پس جو شخص کہ خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اُس کا فرض ہے کہ سب سے زیادہ محبت کرے۔ سو میں نوع انسان سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔'' (اربعین نمبر 1 صفحہ 6)

نیز فرماتے ہیں:

''کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اُسکو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں؟ اور کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔''

(روحانی خزائن جلد نمبر 19 کشتی نوح صفحہ 21,22)

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے! اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔''

(روحانی خزائن جلد ۳، فتح اسلام صفحہ 34)

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

سیدنا حضرت مسیح موعود ؑ کے دل میں جس قدر دعوت الی اللہ کی تڑپ تھی اور جس طرح یہ لگن آپ ؑ کو لگی ہوئی تھی اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل امر ہے۔ جذبۂ تبلیغ آپ ؑ کے رگ و ریشہ میں اس طرح سرایت کر چُکا تھا کہ وہ آپ ؑ کے حرف حرف اور زندگی کی ہر ادا سے چھلک پڑتا تھا۔

آپ ؑ کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سُلطان احمد صاحب کا بیان ہے کہ:

''شرک کے خلاف حضرت کو اس قدر جوش تھا کہ اگر ساری دنیا کا جوش ایک پلڑے میں اور حضرت کا جوش دوسرے پلڑے میں ہوتو آپ کا پلڑا بھاری ہوگا۔''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 115-114)

اسی طرح آپ ؑ فرماتے ہیں اور کس درد سے فرماتے ہیں:

''ہمارے اختیار میں ہوتو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی

اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچا لیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 219 ایڈیشن 2003)

جب ہم سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت طیبہ کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے بلاتمیز مذہب وملت ہر مذہب کے ماننے والوں کو اور تمام قوموں کو تبلیغ کی ہے۔ خوب کھول کھول کر پیغام حق پہنچایا ہے۔ مگر انتہائی پیار و محبت کے ساتھ، حکمت و دانائی کے ساتھ، صبر و برداشت کے ساتھ ہر مخالفت کا جواب نیک سلوک کے ساتھ دیا۔ چند واقعات اس ضمن میں پیش خدمت ہیں۔

1891ء کی بات ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام لدھیانہ میں تشریف فرما تھے۔ ان دنوں لدھیانہ مخالفت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ مگر اس آتشیں فضاء میں بھی خدا کے فرشتے سعید روحوں کو کھینچ کھینچ کر خدا کے مامور کی جماعت میں لا رہے تھے۔ ایسا ہوا کہ غیر احمدی ہجوم ایک جید عالم مولوی غلام نبی صاحب کو حضرت اقدس علیہ السلام سے مباحثے میں مقابلہ کے لئے لایا۔ مولوی صاحب اکیلے اندر گئے اور ابھی لفظ ''توفی'' کے باب کی ہی بات ہوئی تھی۔ چند ہی منٹوں میں مولوی صاحب کے خیالات میں عظیم الشان انقلاب واقع ہوا۔ سوچ یکسر بدل گئی۔ دشمن گرم جوش دوست بن گیا۔ اُدھر باہر کئی ہزار آدمی کھڑا اس انتظار میں خوشی سے تالیاں بجا رہا تھا کہ آج مرزا قابو آیا ہے۔ آج مرزا کو توبہ کرنی پڑے گی .... مگر مولوی صاحب نے باہر پیغام بھجوایا:

''میں نے حق پالیا۔ اب میرا تم سے کچھ کام نہیں۔ اگر تم اپنا ایمان سلامت رکھنا چاہتے ہو تو تائب ہو کر اس امام کو مان لو .... یہ غلام نبی اس کو کیسے چھوڑے۔ یہی مسیح موعود اور امام مہدی موعود ہیں۔'' (تذکرۃ المہدی مولفہ پیر سراج الحق نعمانیؓ صفحہ 139-138)

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صاحب اپنی کتاب حیات احمد میں لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور لالہ ملاوامل صاحب کی ملاقات اور تعلقات میں جو بات بدیہی طور پر نظر آتی ہے وہ تبلیغ اسلام ہی ہے۔ سب سے پہلی ملاقات محض ناواقفیت کی ملاقات اور اس میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ نے تبلیغ ہی شروع کر دی۔ لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ سمجھا کہ شائد مسلمانوں کے ہاں عشاء کی نماز سے پہلے کسی دوسرے کو تبلیغ اسلام کرنا ایک ضروری فرض ہے کیونکہ مرزا صاحب نے نماز سے پہلے اس کام کو ضروری سمجھا۔''

(حیات احمد از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 149)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اخبارات میں مضامین کی اشاعت کے ذریعہ، شعری کلام کے ذریعہ، ہزاروں کی تعداد میں خطوط واشتہارات کے ذریعہ اور (80) اسی سے زائد تصنیفات کے ذریعہ دعوت الی اللہ کا عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں چند ایک خدّام اندرون خانہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے۔ یہاں ایک پنکھا لگا لینا چاہئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا پنکھا تو لگ سکتا ہے اور پنکھا ہلانے والے کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب ٹھنڈی ہوا چلے گی تو بے اختیار نیند آنے لگے گی اور ہم سوجائیں گے تو یہ مضمون کیسے ختم ہوگا۔''؟

عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی یہ دلی تمنّا تھی کہ ساری دنیا میں اسلام کی تبلیغ ہو اور ملک میں توحید کی اشاعت ہو۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس ایک کمرہ میں بیٹھے تھے۔ حضور ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے، دروازے پر کسی شخص نے خوب زور دار دستک دی۔ آپؑ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں جا کر معلوم کروں کون ہے اور کس غرض سے آیا ہے میں نے دروازہ کھولا تو دستک دینے والے نے بتایا کہ مولوی سید احسن امروہی نے بھجوایا ہے کہ حضور کی خدمت میں یہ خوشخبری عرض کی جائے کہ آج فلاں شہر میں انکا ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ ہوا ہے اور اُنہوں نے اس کو شکست فاش دی۔ اسکو بہت رگیدا اور وہ مولوی بالکل لاجواب ہو گیا۔ حضرت مفتی صاحب بیان کرتے ہیں جب میں نے یہ سارا پیغام حضور کی خدمت میں عرض کیا تو حضور سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ان کے اس طرح زور دار دروازہ کھٹکھٹانے سے اور فتح کا اعلان کرنے سے میں سمجھا تھا کہ شاید وہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے۔

1893ء میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے خاص الہامی قوت سے ''التبلیغ'' کے نام سے فصیح وبلیغ عربی میں ایک خط لکھا جس میں آپؑ نے ہندوستان عرب، ایران، ترکی، مصر اور دیگر ممالک کے پیرزادوں، سجادہ نشینوں، زاہدوں، صوفیوں اور خانقاہ نشینوں تک پیغام حق پہنچایا۔ التبلیغ کے متعلق ایک عرب فاضل نے کہا کہ اسے پڑھ کر ایسا وجد طاری ہوا کہ دل میں آیا کہ سر کے بل رقص کرتا ہوا قادیان پہنچوں۔ طرابلس کے مشہور عالم السید محمد سعیدی شامی نے اسے پڑھتے ہی بے ساختہ کہا۔ واللہ ایسی عبارت عرب بھی نہیں لکھ سکتا۔ اور بالآخر اسی سے متاثر ہو کر بیعت کر لی۔

آپ نے ایسی محبت اور دردِ دل سے سعید روحوں کو خدا کی طرف بُلایا کہ ہزاروں سعید روحوں کو حقیقی عرفان الٰہی نصیب ہوا۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ تبلیغی کاوشوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو وہ سپوت بھی عطا فرمائے جنہوں نے اس اہم فریضہ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا حتیٰ کہ عزیز جانیں دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ حضرت شہزادہ عبد اللطیف صاحبؓ نے بڑی استقامت اور بہادری کے ساتھ اپنا خون دیکر قابل کی زمین کو اپنی وفا کے رنگ سے رنگین کیا۔

حضرت حافظ مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے آپؑ کی خدمت میں لکھا کہ ''اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دے دوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ (فتح اسلام صفحہ 36)

اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''کون جانتا تھا اور کس کے علم میں یہ بات تھی کہ جب میں ایک چھوٹے سے بیج کی طرح بویا گیا اور بعد اس کے ہزاروں پیروں کے نیچے کچلا گیا اور آندھیاں چلیں اور طوفان آئے اور ایک سیلاب کی طرح شور بغاوت میرے اس چھوٹے سے تخم پر پھر گیا پھر بھی میں ان صدمات سے بچ جاؤں گا سو وہ تخم خدا کے فضل سے ضائع نہ ہوا بلکہ بڑھا اور پھولا اور آج وہ ایک بڑا درخت ہے جس کے سایہ کے نیچے تین لاکھ انسان آرام کر رہا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۳)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس درخت کی شاخیں آج دنیا کے 206 ممالک میں پھیل چکی ہیں۔ الحمدللہ۔

اب اسی گلشن میں لوگو راحت وآرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت خار

دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو حاصل ہونے والی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا المصلح موعودؓ اپنی کتاب دعوت الامیر صفحہ 256 میں فرماتے ہیں:

''آخر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے کہا تھا۔ وہ شخص جو تن تنہا ایک تنگ صحن میں ٹہل ٹہل کر اپنے الہامات لکھ رہا تھا اور تمام دنیا میں اپنی قبولیت کی خبریں دے رہا تھا حالانکہ اس وقت اسے اس کے علاقہ کے لوگ بھی نہیں جانتے تھے باوجود سب روکوں کے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید سے اٹھا اور ایک بادل کی طرح گرجا اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے حاسدوں اور دشمنوں کے کلیجوں کو چھلنی کرتا ہوا تمام آسمان پر چھا گیا۔ ہندوستان میں وہ برسا، افغانستان میں وہ برسا، عرب میں وہ برسا، مصر میں وہ برسا، سیلون میں وہ برسا، بخارا میں وہ برسا، مشرقی افریقہ میں وہ برسا، جزیرہ ماریشس میں وہ برسا، جنوبی افریقہ میں وہ برسا، مغربی افریقہ کے ممالک نائجیریا، گولڈ کوسٹ، سیرالیون میں وہ برسا، آسٹریلیا میں وہ برسا، انگلستان اور جرمن اور روس کے علاقوں کو اس نے سیراب کیا اور امریکہ میں جا کر اس نے آبپاشی کی

آج دنیا کا کوئی برّاعظم نہیں جس میں مسیح موعود کی جماعت نہیں اور کوئی مذہب نہیں جس میں سے اس نے اپنا حصہ وصول نہیں کیا۔ مسیحی، ہندو، بدھ، پارسی، سکھ، یہودی، سب قوموں میں سے اسکے ماننے والے موجود ہیں اور یوروپین، امریکن افریقن اور ایشیاء کے باشندے اس پر ایمان لائے ہیں۔ اگر جو کچھ اس نے قبل از وقت بتا دیا تھا اللہ تعالیٰ کا کلام نہ تھا تو وہ کس طرح پورا ہو گیا؟ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ وہ یورپ اور امریکہ جو اس سے پہلے اسلام کو کھا رہے تھے مسیح موعودؑ کے ذریعے سے اب اسلام ان کو کھا رہا ہے کئی سو آدمی اس وقت تک انگلستان میں اور اسی طرح امریکہ میں اسلام لا چکا اور روس اور جرمن اور اٹلی کے بعض افراد نے بھی اس سلسلے کو قبول کیا ہے۔ وہی اسلام جو دوسرے فرقوں کے ہاتھ سے شکست پر شکست کھا رہا تھا اب مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے دشمن کو ہر میدان میں نیچا دکھا رہا ہے اور اسلام کی جماعت کو بڑھا رہا ہے۔ فالحمدللہ رب العالمین۔''

آسمان پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے

ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

سامعین کرام! قدیم سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کی ہمیشہ شدید مخالفت ہوتی ہے۔ بعینہٖ آپؑ کے ساتھ بھی یہی ہوا مگر دعوت الی اللہ کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی قدیم سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ میں نہ آپ کبھی سست ہوئے نہ ماندہ بلکہ مشکل ترین گھڑیوں میں بے نظیر استقامت و صبر کا نمونہ دکھایا اور دعوت الی اللہ کے اس مقدس جہاد میں سر مو فرق نہیں آنے دیا۔

چنانچہ 27 اپریل 1908ء کو آپؑ لاہور تشریف لے آئے اور یہاں تقریر و نصائح کا آغاز کر دیا۔ ان دنوں باوجود سخت روکوں کے لوگ جوق در جوق لوہے کی طرح اس مقناطیس کی طرف کھنچے چلے آئے۔ مگر مولوی لوگ اس منظر کو برداشت نہ کر سکے اور آپے سے باہر ہو گئے۔

حضرت مولوی عبد الرحمن قاضیؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''توہین اور دلآزاری اتنی کرتے کہ قوت برداشت اس کی متحمل نہ ہو سکتی .... پٹنگ آ کر بعض دوستوں نے حضرت کے حضور اپنے درد کا اظہار کیا تو حضور نے یہی نصیحت فرمائی کہ

''گالیاں سن کر دعائیں دو پا کے دکھ آرام دو''

''صبر کرو اور ان کی گالیوں کی پرواہ نہ کرو .... منہ پھیر کر کان لپیٹ کر نکل آیا کرو .... صبر کا اجر ہے۔ حضور پُرنور کی نصیحت کارگر ہوئی۔ .... چنانچہ اس کے خوش کن نتائج اور ثمرات شیریں بھی ملنے شروع ہو گئے اور باوجود مخالفوں کی مخالفتوں کے رغم انف سلیم الطبع اور شریف المزاج انسانوں نے اس زمانہ میں اس کثرت سے بیعت کی کہ ہمارے اخبارات ان اسماء کی اشاعت کی گنجائش نہ پا سکے۔''

(سیرۃ المہدیؑ جلد نمبر 2 تتمہ صفحہ 389-388)

سامعین کرام! دعوت الی اللہ کے وسیع و عریض میدان میں سخت مزاحمت اور شدید مخالفت کے وقت دشمنی کا بدلہ محبت و شفقت سے دینا اور ہر برائی کا بدلہ نیکی سے دینے کا ایسا نمایاں وصف آپؑ میں موجود تھا کہ مخالفین نے بھی باوجود اختلاف رائے کے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

ایک عیسائی مصنف مسٹر ایچ۔اے۔ والٹر نے لکھا کہ:

''مرزا صاحب کی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذا رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً بہت قابل تعریف ہے۔''

(انگریزی رسالہ احمدیہ مومنٹ)

اسی طرح آپؑ کی وفات پر ایک آریہ رسالہ کے ایڈیٹر نے لکھا:

''مرزا صاحب اپنے آخری دم تک اپنے مقصد پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔''

(رسالہ اندر لاہور)

1875ء میں بمقام ممبئی سوامی دیانند جی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی اور دوسرے مخالفین کی ہم نوائی میں اسلام پر بے باکی سے حملے کرنے شروع کئے۔

آپؑ نے ان اعتراضات کے قرآن مجید کی روشنی میں ایسے دلائل پیش فرمائے کہ اسلام کی خدمت کا حق ادا کر دیا اور اس ضمن میں ایک بیش بہا علمی خزانہ منصّہ شہود پر آیا سرمہ چشمہ آریہ، نسیم دعوت، سناتن دھرم اور قادیان کے آریہ اور ہم وغیرہ۔

آپؑ کی اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اخبار وکیل امرتسر کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا کہ ''اُن کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۵۶۱)

سامعین کرام! 1862ء میں انگلستان کے وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن نے ایک موقع پر کہا:

''میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اُسکو پھیلا دیں۔''

(The missions of the church missionary society and the church of England,Zenana missionary society in the Punjab & Sindh, by Rev Robert clerk M.A Page 234-235 London 1904)

وزیر اعظم کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ انگریز ہندوستان میں کیوں آئے تھے۔ ایسے حالات میں کاسرِ صلیب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور خوب فرض تبلیغ ادا کیا۔ 1846ء تا 1867ء آپؑ بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ میں قیام فرما رہے۔ آپؑ نے یہاں پر اسلام کا پرجوش محاذ کھول دیا اور خصوصاً سکاچ مشن کے نامی گرامی پادری بٹلر سے آپؑ کے بڑے بڑے معرکے ہوئے۔

آپؑ نے 20 مئی 1891ء کو پادریوں کے مقابل اشتہار دیا کہ:

خدا تعالیٰ نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور اسقدر ثبوت میرے پاس ہیں کہ کسی منصف کو مانے بغیر چارہ نہیں اس اشتہار میں آپ نے پادری صاحبان کو تبادلہ خیالات کی دعوت دی مگر کوئی پادری آپ کے مقابل میں نہ آیا۔

اسی طرح کتاب آئینہ کمالات اسلام میں ایک خط کے ذریعہ ملکہ وکٹوریہ کو آپ نے دعوت اسلام دی۔ آپؑ نے لکھا کہ یاملکۃ الارض اسلمی تسلمین یعنی ''اے ملکہ مسلمان ہو جا تو اور تیری سلطنت محفوظ رہے گی۔'' یہ خط پا کر ملکہ نے آپؑ کو شکریہ کا خط لکھا اور خواہش ظاہر کی کہ حضور اپنی تمام تصانیف انہیں بھجوائیں۔ عمر کے آخری حصہ میں ملکہ کو اسلام سے خاص محبت ہو گئی اور وہ آنحضرت ﷺ کی بہت تعظیم کرتی تھی۔

آپ کا یہ مجاہدانہ کارنامہ ایسا شاندار تھا کہ سابق ریاست بہاولپور کے ایک صاحب کشف بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور لکھا کہ:

''دین اسلام کی حمایت کے لئے آپ نے ایسی کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوتِ اسلام بھیجی ہے اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے آپ کی تمام تر سعی اور جدو جہد یہ ہے کہ .... اسلامی توحید قائم ہو جائے۔''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 476)

چنانچہ امرتسر میں آپ نے عیسائیوں سے ایک فیصلہ کن مباحثہ بھی کیا جس کی بازگشت انگلستان میں بھی سنائی دی گئی۔ 1894ء کو پادریوں کی عالمی کانفرنس کے سامنے لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس ایلی کوٹ نے گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انکشاف کیا:-

''اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد ﷺ کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے.... پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 510)

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

سامعین کرام! وہ لوگ جن تک ابھی تک آپ کی دعوت نہیں پہنچی یا صدہا نشان دیکھنے کے باوجود جنھوں نے اس داعی الی اللہ کی آواز پر لبیک نہیں کہا ایسے لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

''اے عقلمندو! میرے کاموں سے مجھے پہچانو! اگر مجھ سے وہ کام اور وہ نشان ظاہر نہیں ہوتے جو خدا کے تائید یافتہ سے ظاہر ہونے چاہئیں تو تم مجھے مت قبول کرو۔ لیکن اگر ظاہر ہوتے ہیں تو اپنے تئیں دانستہ ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو۔ بدظنیاں چھوڑو۔ بدگمانیوں سے باز آ جاؤ کہ ایک پاک کی توہین کی وجہ سے آسمان سرخ ہو رہا ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ اور فرشتوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا۔ خدا اپنے جلال میں ہے اور در و دیوار لرزہ میں۔ کہاں ہے وہ عقل جو سمجھ سکتی ہے۔ کہاں ہیں وہ آنکھیں جو وقتوں کو پہچانتی ہیں۔ آسمان پر ایک حکم لکھا گیا۔ کیا تم اس سے ناراض ہو؟ کیا تم رب العزت سے پوچھو گے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اے نادان انسان! باز آجا کہ صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا تیرے لئے اچھا نہیں!!! (سراج منیر صفحہ 7)

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آخر میں پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک ارشاد پیش کر کے اپنی اس تقریر کو ختم کروں گا۔ 10 مئی 2013ء کے خطبہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''پس دنیا کو توحید پر قائم کرنے اور دینِ واحد پر جمع کرنے کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے وہ ایک تبلیغ ہے، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ دوسرے اپنے اخلاق کو اعلیٰ سطح پر لے جانا ہے تیسرے دعاؤں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے مدد چاہنا ہے۔ پس آج ہر احمدی کو، ہر اُس شخص کو جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرتا ہے اس ذمہ داری کو سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ اُس مقصد کے حصول کا ذریعہ بن سکے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیجے گئے تھے۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عظیم الشان فریضہ دعوت الی اللہ کو کما حقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ❁❁

صوبہ اُڈیشہ کے صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مرتبہ: سید شاہد احمد کٹک

نمبر شمار	اسماء صحابہ	سکونت	سال تحریری بیعت	سال دستی بیعت	سال وفات	مدفن
1۔	حضرت مولوی سید عبدالرحیم صاحبؓ	دریاپوری ثم کوسبی، سونگڑہ	1898 (اغلباً)	1900	1916ء	محلہ کوسبی۔ سونگڑہ در مشترکہ قبرستان
2۔	حضرت سید سعید الدین صاحبؓ	کوسبی سونگڑہ	1900	1900	1917	محلہ کوسبی سونگڑہ در آبائی قبرستان
3۔	حضرت سید اکرام الدین صاحبؓ	کوسبی سونگڑہ	1900	1902	1920	محلہ کوسبی سونگڑہ در مشترکہ قبرستان
4۔	حضرت سید نیاز الدین صاحبؓ	گوہالی پور ثم کوسبی، سونگڑہ	1900	1900	1906	محلہ کوسبی، سونگڑہ ذاتی قبرستان
5۔	حضرت سید اختر الدین صاحبؓ	کوسبی سونگڑہ	1900	1903	1948ء	محلہ کوسبی سونگڑہ در آبائی قبرستان
6۔	حضرت سید احمد حسین صاحبؓ	کوسبی سونگڑہ	1900	1900 اور 1903 (دوبار)	نامعلوم	قدم رسول، کٹک
7۔	حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ	رسول پور سونگڑہ	1900	1902	1919	رسول پور، سونگڑہ در ذاتی قبرستان
8۔	حضرت الحاج سید احمد علی صاحبؓ	رسول پور سونگڑہ	1900	1903	1929	رسول پور، سونگڑہ در ذاتی قبرستان
9۔	حضرت سید عبدالستار صاحبؓ	رسول پور سونگڑہ	1900	1900	1909	رسول پور، سونگڑہ در ذاتی قبرستان
10۔	حضرت خان سید ضیاء الحق صاحبؓ سابق صوبائی امیر اُڈیشہ	دریاپور، گوہاپور، سونگڑہ	1900	1902	1946	گوہاپور، سونگڑہ در ذاتی قبرستان
11۔	حضرت سید منشی تفضّل حسین صاحبؓ	محی الدین پور، سونگڑہ	1900	1900	نامعلوم	محی الدین پور، سونگڑہ در مشترکہ قبرستان
12۔	حضرت سید شفیق الدین صاحبؓ	محی الدین پور، سونگڑہ	1900	1900	نامعلوم	محی الدین پور، سونگڑہ در مشترکہ قبرستان

(ماخوذ از رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی برائے کوائف صحابہ اڑیسہ مرتبہ 7 دسمبر 1997)

حضرت الحاج سید حاجی احمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

تاریخ تولد: 1860 تاریخ بیعت امام الزماں بذریعہ خط 5 جنوری 1900 صحبت و دستی بیعت حضرت اقدس مسیح موعودؑ 1903۔ تاریخ روانگی حج بیت اللہ شریف 29 اپریل 1891ء تاریخ وفات 15 اپریل 1929ء

آپ کی پیدائش سونگڑہ اڈیشہ کے ایک امیر گھرانے میں 1860ء میں ہوئی۔ آپ لوگوں میں حاجی احمد کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے بارہ میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے محترم مولوی سید منظور احمد صاحب مرحوم جن کی تبلیغ سے بھونیشور (اُڈیشہ) جماعت قائم ہوئی اپنی خودنوشت ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”والد مرحوم حضرت حاجی احمد علی صاحبؓ دادا جان مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی کمسنی میں دادا جان کی وفات ہوگئی۔ ابتدائی تعلیم سونگڑہ کے محلہ رسولپور میں ہی حاصل کی۔ آپ بلند قد، کشادہ پیشانی، بزرگ چہرہ، گھنی داڑھی، وسفید رنگ خوبصورت تھے۔ آپ کے دوست اور ساتھی ایک قسم کی مقامی شراب جسے تاڑی کہا جاتا ہے استعمال کرتے تھے لیکن بیعت سے قبل بھی آپ نے کبھی تاڑی نہیں پی۔ آپ کی شادی امیراً بی بی صاحبہ مرحومہ عرف امیرا بنت حضرت سید غلام حسین صاحب مرحوم (ہمشیرہ حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ) سے ہوئی تھی۔

زمانہ کے مروجہ رواج کے تحت بچوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر ”سنبل پور“ اور ”مانیکا گوڑا“ ضلع پوری میں ملازمت اختیار کرلی تھی ازاں بعد کٹک کے جاگیردار ناز محمد صاحب کے ہاں اتالیق مقرر ہوئے اور اُن کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کے لئے 29 اپریل 1891ء کو مکہ معظّمہ تشریف لے گئے۔ آپ اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ عنہ آف سونگڑہ، اولین مبلغ اڑیسہ دونوں اکٹھے بذریعہ خط 5 جنوری 1900ء حضرت امام الزمان مسیح موعودؑ کی بیعت کر کے داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ آپ 1902ء میں محترمہ خیراً بی بی صاحبہ والدہ حضرت منشی شفیق الدین صاحبؓ (صحابی مسیح موعودؑ) کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ازاں بعد محلہ کوسبی (سونگڑہ) میں مدرسہ احمدیہ جاری ہونے پر وہاں بطور استاد مقرر ہوئے۔ پھر اڑیسہ، بہار و بنگال کے جیّد عالم، مفسر قرآن مولوی سید انعام رسول صاحب مرحوم کے لڑکے عزیزم فضل اللہ مرحوم کی تعلیم و تربیت کیلئے اتالیق مقرر ہوئے۔

بیعت حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے قبل آپ اجمیر شریف بھی تشریف لے گئے تھے تا وہاں مبلغ اسلام صوفی حضرت معین لدین چشتیؒ کے مزار پر دُعا کرسکیں۔ وہاں کسی ایک پتھر سے ٹھوکر لگنے سے ”بات جر“ کا مرض لاحق ہوگیا اور دایاں پیر سوج گیا جسکی وجہ سے بڑی ہی مشکل سے چل پھر سکتے تھے۔

آپ بہت خوش الحان اور بلند آواز تھے بڑی خوش الحانی سے اذان دیتے تھے قرأت بھی بہت اچھی تھی۔ آپ جب بلند آواز سے محلہ محی الدین پور میں اذان دیتے تو تقریباً دو ڈھائی میل فاصلہ پر محلہ گوہالی پور تک آواز پہنچتی تھی۔ آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید عبدالستار صاحب صحابی حضرت مسیح موعود کو قبول احمدیت کے جرم میں غیر احمدی مخالفین نے نیز رشتہ داروں نے جوتے کا ہار پہنایا اور خدمت گزاروں مثلاً نائی، دھوبی وغیروں کو روک کر سوشل بائیکاٹ کیا۔

آپ 1907ء کو حضرت سید احمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی سید اختر الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قادیان دارالامان روانہ ہوئے اور 1907ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی دستی بیعت کی اور آپ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔

آپ کو شعر وشاعری کا بھی ذوق تھا۔ اکثر شادی بیاہ کے وقعہ پر آپ کو لوگ تہنیت نامہ کیلئے کہا کرتے تھے۔ قبول احمدیت سے قبل میلا دخوانی کے دلدادہ تھے۔ اکثر میلاد النبیؐ کی نظمیں لکھتے تھے۔ دبیر، انیس، مومن وغیرہ شعراء کی نظمیں اور اشعار کے نمونے آپ کے بیاض میں ملتے ہیں۔ احمدیت کی تائید میں کثرت سے شعر کہتے تھے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکملؓ کی نظمیں اپنی نوٹ بک میں لکھتے تھے۔ نیز اخبار الفضل میں جو بھی پسندیدہ نظمیں چھپتیں انہیں اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیا کرتے تھے۔ آپ کو تلاوت قرآن مجید کا بہت شغف تھا۔ نوٹ اکثر لکھا کرتے تھے۔ ڈائری و روزنامچہ کی عادت تھی۔ جنتری منگواتے تھے۔

آپ کی وفات 15 اپریل 1929 کو ہوئی آپ کی اولاد تین لڑکے اور ایک لڑکی کے اسماء اس طرح سے ہیں:

محترم سید بطا احمد صاحب مرحوم۔ سید عبد الحکیم صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ و محترم مولوی منظور احمد صاحب مرحوم

صدر جماعت احمدیہ بھونیشور اڑیسہ۔ ایک بیٹی محترمہ زینب بی بی صاحبہ۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

(ماخوذ از ڈائری محترم سید منظور احمد مرحوم صدر جماعت احمدیہ بھونیشور اور ڈائری حضرت سید نیاز حسین صاحب صحابی)

حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ کی مختصر حالاتِ زندگی

تاریخ تولد: 7 اپریل 1844ء بوقت نماز مغرب بروز پنج شنبہ

تاریخ بیعت حضرت اقدس مسیح موعودؑ بذریعہ خط: 5 جنوری 1900ء بمطابق 3 رمضان المبارک 1317 ہجری بروز جمعۃ المبارک زیارت و دستی بیعت حضرت اقدس مسیح موعودؑ بمقام قادیان 24 جمادی الثانی 1319ء ہجری بمطابق 1901ء تاریخ وفات 12 ستمبر 1919ء بروز جمعۃ المبارک صبح چھ بجے۔

''اگر عبدالرحیم کہتا ہے تو ضرور سچا ہوگا''

یہ تھے الفاظ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ کے۔ غالباً 1899 کے آخر میں جب حضرت مولوی سید عبدالرحیم صاحبؓ کٹکی حیدرآباد دکن سے اپنے وطن سونگڑہ تشریف لائے تو حضرت مولوی صاحبؓ کی علمیت نیکی تقویٰ و طہارت وشہرت کی وجہ سے اہل سونگڑہ جوق در جوق آپ کی زیارت و ملاقات کیلئے آپ کے مکان پہنچے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے خالو حضرت سید عبدالستار صاحبؓ بھی آپ کی زیارت کے لئے پہنچے۔ اس دوران حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ کسی باہر کے مقام پر گئے ہوئے تھے واپسی پر جب مولوی سید عبدالرحیم صاحب کی آمد کی خبر سنی تو فوراً آپ سے ملاقات کیلئے چل پڑے۔ راستہ میں حضرت مولوی سید عبدالستار صاحبؓ سے ملاقات ہوگئی۔ مولوی عبدالستار صاحبؓ نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بشارت جو کہ آپ حضرت مولوی صاحب کٹکی رضی اللہ عنہ سے سن چکے تھے۔ حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ کو سنائی تو جھٹ حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ اپنی مومنانہ فراست کی وجہ سے بول اُٹھے کہ: ''اگر عبدالرحیم کہتا ہے تو ضرور سچا ہوگا۔''

یہ بے تکلفانہ الفاظ حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ کے حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب کٹکی رضی اللہ عنہ سے خاص عقیدت کی بنا پر تھے۔ آپ نے مسیح موعود کی بعثت کی خبر سن کر آمنا وصدقنا کہا۔ جن دو آموں کے درخت کے نیچے حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی بشارت سنی اُسے قبول احمدیت کا نشان قرار دیکر آپ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے محترم سید غلام احمد صاحب مرحوم 1896 تا 1982 سابق نائب امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ کو مذکورہ دونوں درختوں کے نیچے کھڑے ہوکر سارا واقعہ بیان فرمایا۔ خدا کی قدرت کہ یہ دونوں آم کے درخت 1979 تک زندہ کھڑے رہے۔ یہ واقعہ سونگڑہ کے اُسی محلہ (رسول پور) سے تعلق رکھتا ہے جس میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شدید معاند مولوی محمد اسمعیل سونگڑوی صدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ و نائب صدر انجمن تحفظ ختم نبوت بھارت رہا کرتا ہے۔ آپ (اب فوت ہو چکے ہیں) سونگڑہ اڑیسہ کے محلہ رسول پور سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ کے والد محترم کا نام جناب سید غلام حسین صاحب مرحوم تھا جو اسی محلہ کے رئیس تھے اور کثیر جائیداد کے مالک بھی جو کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے انہیں بعض خدمات کے عوض عنایت کی تھی۔ آپ کے جد امجد میں سے حضرت مولوی قطب الدین صاحب مرحوم تھے جو بنگال واڑیسہ میں اپنی علمیت کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے جن کی ایک شاخ مغربی بنگال کے 24 پرگنہ میں آباد ہے۔

آپ کی پیدائش اپنی خود نوشت ڈائری کے تحت 7 اپریل 1847 کو ہوئی۔ شادی حضرت سید اکرام الدینؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی ہمشیرہ محترمہ ایمن النساء صاحبہ مرحوم سے ہوئی تھی۔ جن سے دو بیٹے تولد ہوئے۔ جن کے نام جناب سید غلام محمد صاحب مرحوم و محترم جناب سید غلام احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ (1896 تا 1982) ہیں۔

جب حضرت مولوی عبدالرحیم صاحبؓ سے مل کر آپ پر احمدیت کی صداقت ظاہر ہوگئی تو آپ نے حضرت مولوی عبدالرحیم صاحبؓ کی معرفت بذریعہ خط 7 جنوری 1900 کو امام الزمان علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ اس بیعت کا ذکر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ایڈیٹر الحکم قادیان نے ''بیعت امام علیہ السلام'' کے عنوان سے 31 جنوری 1900 کے شمارہ 4 جلد 4 میں شائع فرمایا:

بعد ازاں مزید تحقیقات و دستی بیعت کیلئے آپ 29 ستمبر 1903 بروز اتوار اپنے برادر نسبتی حضرت مولوی سید اکرام الدین صاحبؓ و حضرت خان صاحب سید ضیاء الحق صاحبؓ کے ہمراہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قادیان دارالامان تشریف لے گئے۔

الغرض 1901ء میں قادیان دارالامان تشریف لے جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت و دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔ نیز ایک ہفتہ قیام رہا۔ حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی وجہ سے حضورؑ کی سیرت کا گہرا نقشہ آپ کے دل و دماغ پر تھا۔ اس کے بعد آپ احمدیت کے رنگ میں ایسے رنگین ہوگئے اور پاک تبدیلی پیدا کر لی کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ آپ کی زندگی کے بعض واقعات نہایت معنی خیز سبق آموز ہیں۔ بیعت کرنے کے بعد اپنی انانیت اور ذات کو بالکل مٹا کر رکھ دیا۔ دُنیا کی بے ثباتی کا ثبوت اپنی بے نیازی اور سادگی کے عملی نمونہ سے پیش کرتے تھے۔

زیارت قادیان و حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہنے کے بعد مورخہ 27 نومبر 1901 کو واپس وطن آرہے تھے کہ سلسلہ کے اشد ترین دُشمن حافظ احمد اللہ نے امرتسر میں ورغلانا چاہا اور آپ کے ہمراہی حضرت خان صاحب ضیاء الحق صاحبؓ سے بھی سخت کلامی کی۔ یہ دیکھتے ہوئے آپ نے اُنہیں بزبان اُڑیہ احسن پیرائے میں ایسے دُشمن سلسلہ سے کلام ترک کرنے کی نصیحت کی۔ اپنے وطن محلہ رسول پور سونگڑہ پہنچتے ہی حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر کے نام اپنے اور اپنے اہل خانہ کی بیعت کا خط سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کیا آپ اپنی خود نوشت ڈائری میں لکھتے ہیں۔

بیعت سوئم بذریعہ خط کُن۔ نیاز حسین، ایمن النساء بی بی، غلام محمد، غلام احمد، گوکھنی بی بی، اُم الخیر حلیم بی بی، چونی، بذریعہ خط جناب مفتی محمد صادق صاحبؓ ایڈیٹر بدر بیعت داخل شدیم۔

آپ اردو کے علاوہ فارسی زبان کے بہت بڑے عالم تھے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا فارسی منظوم کلام کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو زبانی یاد کروایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں درثمین فارسی کے چند اشعار کی تفسیر ایسے رنگ میں بیان فرمائی کہ صوبہ اڑیسہ کے مایہ ناز فارسی کے عالم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کٹکی وجد میں آگئے۔ مثنوی مولانا روم کے ساتھ بھی بہت اُنس تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عربی فارسی نیز اردو الہامات وکشوف سے خاص دلچسپی تھی چلتے پھرتے دعاؤں اور درود شریف کا کثرت سے ورد کرتے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے عابد وزاہد انسان تھے۔ نماز باجماعت کا التزام کرتے تھے۔ شب خیزی بھی آپ کی عادت میں داخل تھی اور تصوف کے رنگ میں زندگی بسر کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ حضرت اقدس سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ چلتے پھرتے کثرت سے درود شریف کا ورد فرماتے۔ آپ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ایسے والہانہ انداز میں کرتے کہ جو ایک مخلص اور سچے عاشق کے بغیر کوئی نہیں کرسکتا اور جب کسی سے ایمان افروز واقعہ سنتے تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمک اُٹھتا۔ دین اور شعار اسلام کیلئے آپ مجسم غیرت تھے۔ الغرض آپ نے اپنی عملی زندگی میں دکھا دیا کہ ایک شخص حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آکر اور آپ سے قربت و محبت کا تعلق پیدا کرکے اپنی زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرسکتا ہے۔

سلسلہ کے اخبارات بدرؔ اور الحکمؔ کے باقاعدہ خریدار تھے اور التزام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے وحفاظت کے ساتھ فائل رکھا کرتے جو اب بھی ہمارے گھر پر ہے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے خوشخط تھے۔ جب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ نے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کی خلافت کی بیعت کی۔ پھر آپ کے وصال کے

باقی صفحہ 30 پر ملاحظہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ کی محبت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا ۔۔۔ بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا ۔۔۔ کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے ۔۔۔ مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف ۔۔۔ جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں ۔۔۔ ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ۔۔۔ اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص ۔۔۔ کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں ۔۔۔ کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی ۔۔۔ ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا

چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے ۔۔۔ ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سَو سَو حجاب ۔۔۔ ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغِ تیز ۔۔۔ جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں ۔۔۔ تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا ۔۔۔ جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر ۔۔۔ خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

★★★ ★★★

بقیہ: صوبہ اڈیشہ کے صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی بیعت کی۔ بزرگانِ سلسلہ سے بہت عقیدت تھی یہی وجہ تھی کہ آپ کے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ جیسے جید عالم و بزرگان سلسلہ سے بذریعہ خط تعلقات قائم تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اکثر دعا کیلئے خط لکھا کرتے تھے۔

اپنی اولاد کی تربیت کا شوق اور سلسلہ سے اسقدر اُنس تھا کہ آپ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے محترم سید غلام احمد صاحب مرحوم سابق نائب امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ کو زمانہ خلافت ثانیہ میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں بغرض تعلیم حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی معرفت داخل کروایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ آپ کے خاندان سے بھی بیحد عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے 26 ستمبر 1910ء کو حضرت سید احمد حسین صاحبؓ سے یہ خبر سنی کہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ خسر حضرت مسیح موعودؑ سونگڑہ تشریف لا رہے ہیں تو آپ اپنے ہمراہ کچھ بزرگان کو لیکر بذریعہ پالکی میر صاحب رضی اللہ عنہ کو لانے کے لئے کشاں کشاں روانہ ہوئے۔ اس واقعہ کا ذکر آپ نے اپنی ڈائری میں کیا ہے۔

نیز حضرت میر صاحبؓ کو محلہ کوسبی سے اپنے محلہ رسول پور تک لانے میں پیش پیش رہے اور ان کی خدمت کو اپنے لئے باعثِ شرف و عزت بنایا۔ ازاں بعد حضرت میر صاحب براستہ خوردہ و کیرنگ ہوتے ہوئے قادیان تشریف لے گئے۔ آپ کی وفات 12 ستمبر 1919 بروز جمعۃ المبارک صبح چھ بجے ہوئی۔

(ماخوذ از خود نوشت ڈائری حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ و ڈائری محترم سید منظور احمد صاحب مرحوم وصدر جماعت احمدیہ بھونیشور و اخبار بدر قادیان وغیرہ اور روایات محترم سید غلام احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ۔ ابن صحابی مذکور)

❁❁❁

بقیہ اداریہ از صفحہ اوّل

اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔'' (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹)

آپؑ اپنے ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں :

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز ۔۔۔ کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں ۔۔۔ کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنے والی ہے

خدا رُسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا ۔۔۔ سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنے والی ہے

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ہر لحہ ہر آن شامل حال ہونا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر آپ جھوٹے تھے تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ آپؑ کے ساتھ اس کے برعکس ہونا چاہئے تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پوری زندگی آپ کی اُسی طرح عظیم الشان تائید و نصرت فرمائی جس طرح وہ ہمیشہ سے اپنے نبیوں کے ساتھ فرماتا رہا ہے۔ آپؑ کو ذلیل و رُسوا کرنے کے بے شمار موقعے تلاش کئے گئے قتل کے جھوٹے مقدمات بنائے گئے عدالتوں میں گھسیٹا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر مشکل سے مشکل موقعوں پر آپ کی عزّت و شان کو نمایاں کیا اور ہر ایسے موقع پر دشمن ذلیل و خوار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو یہ خبر دی کہ اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَاِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ کہ مَیں ہر اُس شخص کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرے گا اور ہر اُس شخص کو مَیں ذلیل و رُسوا کردوں گا جو تجھے رُسوا کرنے کی کوشش کرے گا۔ ہمارے مخالفین ذرا غور فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو بڑی شان کے ساتھ پورا فرمایا۔ کہاں ہے مولوی محمد حسین بٹالوی؟ جس نے پوری زندگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی۔ آج اس کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں۔ اولاد زندگی میں ہی باغی ہوگئی اور کچھ عیسائی ہوگئی۔ پوری زندگی ذلّت و رسوائی میں کٹی جس پر بلا مبالغہ پوری ایک کتاب بن سکتی ہے؟ اور کہاں ہے ثناء اللہ امرتسری؟ تقسیم کے وقت ان کا جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے قتل ہوا۔ بیٹے کی طرح عزیز لائبریری جل کر خاکستر ہوگئی۔ سینے میں غم کا یہ پہاڑ کب تک برداشت کرتے۔ ناکامیوں اور حسرتوں کا جنازہ اُٹھائے چند سال بعد رخصت ہوگئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریّت طیبہ کو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ اور سب کی سب خدمتِ اسلام میں لگی ہوئی ہے۔ آپؑ کی روحانی جماعت زمین کے کناروں تک پھیل گئی اور ہر آن اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں لگی ہوئی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے وعدوں کے مطابق ہو رہا ہے۔ جیسا کہ اُس نے الہاماً فرمایا تھا : ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

آج مخالف علماء برملا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ احمدیوں کو کافر قرار دے دینے سے، اور انہیں دائرہ اسلام سے نکال دینے پر بھی انہیں کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔ ربوہ سے بڑا مرکز یعنی لندن انہیں مل گیا اور یہ سلسلہ پاکستان کی حدود سے باہر نکل کر پوری دنیا میں پھل پھول رہا ہے۔ پوری دنیا میں اسے پہلے سے بڑھ کر مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ ہمارے مخالفین کا یہ تبصرہ بالکل بجا ہے۔ الٰہی سلسلوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ بڑھتے ہیں گھٹتے نہیں۔ لاکھ مخالفت کے باوجود نبی کا سلسلہ کبھی مر نہیں سکتا۔ شاہ ہرقل کا وہ سوال یاد کرنا چاہئے جو انہوں نے ابوسفیانؓ سے پوچھا تھا ''قَالَ یَزِیْدُوْنَ اَوْ یَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ یَزِیْدُوْنَ'' ہرقل نے سوال کیا وہ گھٹ رہے ہیں یا بڑھ رہے ہیں اس کے جواب میں حضرت ابوسفیان نے فرمایا تھا کہ وہ گھٹ نہیں رہے بلکہ بڑھ رہے ہیں۔ پس الٰہی جماعت کی سچائی کی سب سے بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ مرتی نہیں ہر آنے والا دن اس کے لئے ترقی کا ایک نیا پیغام لیکر آتا ہے۔

.........................(منصور احمد مسرور)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلامی خدمات

(سہیل احمد، مبلغ سلسلہ ہریانہ)

1879 میں ایک درمند مسلمان شاعر علامہ الطاف حسین حالی نے اس وقت کے مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ بڑے حقیقت پسندانہ رنگ میں اپنی مسدس میں کھینچا، دین اسلام و مسلمانوں کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سربفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کے اب روبقضا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم خدا ہے

مایوسی کے اس عالم میں حضرت امام آخر الزماں مہدیؑ دوراں مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ پرشوکت اعلان فرمایا:

''خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشانِ آسمانی اورخوارقِ غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ، قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرمائے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔''

(براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ 574)

جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مہدیؑ مسیح دوران کو اصلاح خلق کے لئے بحیثیت داعی الی اللہ مامور فرمایا اس زمانہ کا حال یہ تھا کہ عیسائی قوم یعنی انگریز کی ملک ہند میں بڑی مستحکم حکومت قائم تھی۔ پورے ہندوستان میں عیسائی تنظیموں نے جنہیں حکومت وقت کی پشت پناہی اور یورپ و امریکہ وغیرہ عیسائی دنیا کی دولت بھی حاصل تھی بڑے منظم طریق پر فعال تبلیغی مراکز کے ذریعہ جو پورے ملک میں قائم تھے غیر قوموں بالخصوص مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مؤثر مہم چلا رکھی تھی۔ کروڑوں روپوں کی اناجیل و دیگر عیسائی لٹریچر متعدد زبانوں میں چھپوا کر جگہ جگہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں ہزاروں کی تعداد میں عیسائی پادری زبانی تبلیغ بھی کرتے تھے اسی طرح کھلے عام عیسائی مناد مسلمانوں سے مناظرے بھی کرتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لاکھوں مسلمان عیسائی بن گئے۔

اسی زمانہ میں ہندوؤں کے ایک نئے اور پرجوش فرقہ آریہ سماج نے بھی مضبوط تنظیم قائم کر کے اس عزم کے ساتھ کام شروع کیا کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو مُرتد کر کے ہندو بنایا جائے۔ چنانچہ اس قوم نے بھی اسلام اور مقدس پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہزاروں گندے اعتراض جمع کر کے پورے ملک کے قریہ قریہ میں پھیلا دیئے۔

ایک اور فرقہ برہموسماج کے حامیوں نے بھی ملک کے جرائد و رسائل میں دین اسلام کے خلاف مضامین شائع کر کے قلعہ اسلام پر حملے شروع کرر کھے تھے۔ گویا اسلام اور مسلمانوں پر کفار کی عام یلغار کا یہ زمانہ تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ان تمام دشمن اسلام تحریکوں اور ان کے ہزاروں شعلہ بیان مبلغوں کا تن تنہاء بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا۔ حضورؑ کے مخالفین نے بھی باوجود دشمن ہونے کے اس بات کا کھلا کھلا اعتراف کیا ہے۔ چند آراء پیش ہیں:۔

ا۔''صادق الاخبار'' ریواڑی ایڈیٹر نے لکھا:

'' مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصنیف سے مخالفین اسلام کے اُن لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کیلئے ساکت کر دیا اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حقِ حمایت اسلام، کما حقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولو العزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 565)

2۔ جمیعت احرار اسلام کے چوہدری افضل حق صاحب نے بھی باوجود شدید معاند ہونے کے لکھا:

''آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کیلئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہوگئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کیلئے پیدا نہ ہوسکی، ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے بڑھا اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کیلئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کیلئے نمونہ ہے۔''

(فتنہ آرتداد اور پولیٹکل قلابازیاں)

3۔اخبار علی گڑھ ''انسٹی ٹیوٹ'' نے لکھا:

'' بے شک مرحوم (حضرت مرزا غلام احمد صاحب ۔ ناقل) اسلام کا ایک بہت بڑا پہلوان تھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 565)

4۔جناب مرزا حیرت دہلوی صاحب نے جو اخبار ''کرزن گزٹ'' دہلی کے ایڈیٹر تھے ۔ اپنے اخبار کے یکم جون 1908ء کے شمارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کی ردّ میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے، آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا۔ سوائے اس کے کہ آریہ نے نہایت بدتہذیبی سے اُسے یا پیشوایان اسلام یا اصولِ اسلام کو گالیاں دیں کوئی معقول جواب اب تک نہ دیا نہ دے سکتے ہیں۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اُس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندئ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں! ایک پرجذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تھا تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نورالدینؓ سے جو لوگ واقف ہیں وہ اپنی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں میں مولوی نور الدینؓ نے بہت مدد دی ہے۔ مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں کہ حکیم نور الدین مرحوم کے مقابلہ میں چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا تھا۔ اگرچہ مرحوم کے اُردو علم ادب میں بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے تو بھی اُس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اگرچہ کوئی باقاعدہ تعلیم عربی علم ادب اور صرف نحو کی کہیں سے حاصل نہیں کی تو بھی اپنی خداداد ذہانت اور طبیعت کی جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کر لی کہ بے تکلف عربی لکھتا تھا۔''

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1889 میں ''ضرورتِ الہام ووحی'' ''روح اور مادے کا حادث ہونا۔'' قرآن مجید اور ہندوؤں کے ویدوں اور تورات و انجیل کی تعلیمات کا مقابلہ وغیرہ پر ایسے غیر معمولی عالمانہ رنگ میں مضامین تحریر فرما کر مختلف اخباروں اور رسائل میں شائع فرمائے جنہیں پڑھ کر دشمنانِ اسلام کے خیموں میں کھلبلی مچ گئی اور مسلمانوں کی مایوسی اُمید سے بدل گئی یہی وہ معرکہ آرا مضامین ہیں جو ''پرانی تحریریں'' کے نام سے بعد میں 1899ء میں) کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ ان کے علاوہ سرمہ چشم آریہ، شحنہ حق، ہندو دھرم، چشمہ معرفت، وغیرہ ضخیم کتب تصنیف فرما کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کل ادیان پر حجت اسلام قائم کردی۔ اسی طرح عیسائیوں کے صلیبی مذہب کو بھی ناقابل تسخیر دلائل سے

پاش پاش کر دیا۔ حضورؑ کی 80 سے اوپر لاجواب ضخیم کتب اس پر شاہد ناطق ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کردہ داعی الی اللہ کی حیثیت سے آپؑ نے اسلام کی حقانیت پوری دنیا پر واضح فرمادی۔ دلائل و براہین کے انبار لگانے کے ساتھ ساتھ غیر مسلم دنیا کو آپؑ نے روحانی مقابلہ کیلئے بھی للکارا۔ چنانچہ جو بدقسمت بھی اس میدان میں اُترا وہ ذلت کے ساتھ شکست کھا کر اسلام کی حقانیت پر اپنی موت و ذلت آمیز شکست سے مُہر لگا گیا۔ حضرت امام زمان علیہ السلام نے اہلِ اسلام، اپنے کلمہ گو بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آ گیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بناڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہوگئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا۔ قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا۔ سو شکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آ گیا۔ خدا تعالیٰ اپنے دین کے باغ کو جس کے راستبازوں کے خونوں سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور پہنچاتا ہے۔ کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی۔ کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے! افسوس کہ تم اس دنیا کے ظاہری قانونِ قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اُس روحانی قانونِ فطرت سے جو اُسی کا ہم شکل ہے بکلی بے خبر ہو۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 105)

حضرت امام آخر الزمان مہدی معہودؑ کی بعثت کا مقصد قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ حضورؑ کے سوانح پر نظر کرنے والا ہر منصف وخداترس انسان اعتراف کرے گا کہ حضورؑ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی جہادِ اکبر میں گزرا۔ محترم حضرت ماسٹر عبد الرحمن صاحب قادیانی سابق مہر سنگھ کی روایت ہے کہ:

"ایک دفعہ کئی مہمان بڑے باغ میں آئے اور حضورؑ کے کلمات طیبات سے مستفید ہوئے۔ ایک مرتبہ ان مہمانوں کی پھل فروٹ سے حضور علیہ السلام نے دعوت کی ..... حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بعض صحابہ آنحضرت ﷺ کی بہت لمبی عمریں ہوگئی تھیں جن میں وہ اشاعتِ اسلام کرتے رہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی عمر لمبی کرانا چاہتا ہے وہ تبلیغ میں میرا دست وباز و بن جائے۔"

(اصحاب احمد۔ حالات ماسٹر عبدالرحمن صاحب صفحہ 156)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کے عالمگیر غلبہ کی مہم میں دنیا کے بڑے بڑے تمام مذاہب کے خلاف مقدس جنگ لڑنا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے آپؑ کو ہر محاذ پر فتح نصیب فرمائی۔ اس مقصد کیلئے حضورؑ کو ضخیم علمی کتب تصنیف کرنا پڑیں اور ہزاروں اشتہار طبع کروا کر شائع کرنا پڑے۔ تصنیف و تالیف کے مشکل کام سے واقف انسان خوب جانتا ہے کہ اس بے حد دشوار اور محنت طلب کام کیلئے کتنی فراغت، کتنا سکون اور کتنا وقت درکار ہوتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے ایسا انسان دوسرے کاموں کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دے سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دشمنوں کی طرف سے کئے گئے فوجداری مقدمات کیلئے بھی بڑے سفر کرنے پڑے اور اپنے عزیز وقت کا بڑا حصہ ان مقدمات کے لئے دینا پڑا۔ یکسوئی اور سکون کے لمحات کہاں میسر تھے لیکن حضورؑ کی بے بہا اور انمول علمی تصانیف کو دیکھنے سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ جن حالات میں یہ مہتم بالشان لٹریچر آپؑ کے قلم سے لکھا گیا اگر خدا تعالیٰ کی خاص نصرت اور روح القدس کی تائید آپؑ کو حاصل نہ ہوتی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اطمینان قلب حاصل نہ ہوتا تو یہ کام آپؑ ہرگز انجام نہ دے سکتے۔ پھر یہ دیکھ کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ ان شدید مصروفیات میں بھی حضورؑ روزانہ پنجوقتہ نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے۔ نمازوں کے بعد بالعموم مسجد میں بیٹھ کر مہمانوں کو وعظ ونصیحت فرماتے۔ لوگوں کے شکوک دور کرتے اور اسلام کی حقانیت ظاہر کرنے کیلئے بڑی پر مغز اور طویل تقاریر فرماتے۔ سوالوں کے جوابات عطا فرماتے۔ حضورؑ کے یہ ملفوظات بھی ڈائری نویسوں کی سعی مشکور سے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتابی صورت میں کئی جلدوں میں "ملفوظات" کے نام سے طبع ہو چکے ہیں جن کے مطالعہ سے آج بھی ایمان میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ علمی خزانہ آج بھی ہر قسم کے شکوک و شبہات کو دور کرنے میں ویسا ہی مؤثر ہے۔ لیکن حضورؑ کی حیاتِ طیبہ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ اگر کبھی ایک شخص بھی تحقیق حق کیلئے قادیان آیا تو حضورؑ نے اس ایک روح کو بچانے کیلئے بھی پوری پوری کوشش فرمائی اور اپنے انمول و قیمتی وقت کا بڑا حصہ تبلیغ اسلام و پند و نصائح میں صرف کیا۔ مثلاً ایک انگریز سیاح مسٹر ڈکسن کے متعلق لکھا ہے کہ حضورؑ صرف تبلیغ کی غرض کیلئے قادیان سے نہر کے پل تک جو چار میل کے فاصلہ پر ہے پاپیادہ تشریف لے گئے اور تمام راستہ میں ہمہ وقت اسے تبلیغ دین اسلام کرتے رہے۔

ایسا ہی واقعہ سراج الدین عیسائی کے ساتھ پیش آیا۔ اسے بھی مسجد میں کئی بار تبلیغ کرنے کے باوجود بوقت رخصت 3-4 میل کا سفر حضورؑ نے پیدل اختیار کیا اور اُسے سارا راستہ دین اسلام کی خوبیاں بتاتے رہے۔

ایک موقعہ پر حضورؑ نے فرمایا:

"ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھادے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 290 خلاصہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے دعوت الی اللہ کیلئے صرف مسئلہ مسائل، دلائل و براہین وغیرہ کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ یہ تعلیم بھی دی کہ رُوحانی انقلاب کیلئے ہر احمدی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دردمندانہ دعائیں کیا کرے کہ مخلوق خدا کے دلوں کے زنگ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے کٹ جائیں اور اسلام کو نور ہر دل میں داخل ہو سکے چنانچہ ایک طرف تو حضورؑ نے تمام دنیا کے انسانوں کو ڈنکے کی چوٹ پر یہ پیغام دیا کہ:

"اے وہ تمام لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

(تریاق القلوب صفحہ 11 روحانی خزائن جلد 15)

دوسری طرف دُعاؤں کی اہمیت یوں واضح فرمائی:

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ **اللھم صل وسلم وبارك علیه واله بعدد همه وغمه وحزنه لهذه الامة وانزل علیه انوار رحمتك الی الابد**"۔

(روحانی خزائن جلد 6 برکات الدعا صفحہ 10-11)

ہم سب اُس وقت تک اللہ تعالیٰ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پرنور کے حضور سرخرو نہیں ہو سکتے جب تک کہ دعوت الی اللہ کے کام کے ساتھ ساتھ روزانہ اللہ تعالیٰ کے حضور عجز وانکسار کے ساتھ اس کام میں فرشتوں کی امداد کیلئے دعائیں نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب معلمین ومبلغین کو اور خاص طور پر تمام احمدی احباب کو اس اولین فرض کو احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ❁

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ منظوم کلام کے چند نمونے

سید وسیق الدین۔ اُڈیشہ

پیارے آقا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی تائید و نصرت میں اور غیر مذاہب کے اسلام پر اعتراضات کے جواب میں اَسّی سے زائد کُتب تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کی تحریر میں ایک عجیب الٰہی شوکت پائی جاتی ہے جو دلوں میں دھنستی چلی جاتی ہے اور پڑھنے والے کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ ان اسّی کتب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جابجا اردو، فارسی اور عربی میں نظمیں بھی لکھی ہیں۔ جو شوکت اور قوّت آپ کے منثور کلام میں ہمیں نظر آتی ہے وہی شوکت اور قوّت اور کشش ہمیں آپ کے منظوم کلام میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے جو پڑھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے اور بسا اوقات زار و قطار آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ نمونۃً ایک واقعہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ فرماتے ہیں:

’’میرا کسی کام سے مولوی صاحبؓ (مولوی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ) کے یہاں جانا ہوا تو میں نے ...... سیدنا حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف آئینہ کمالات اسلام ...... حضور اقدسؑ کی چند نظموں کے اوراق کے ساتھ مولوی صاحب کی بیٹھک میں دیکھی۔ جب میں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی ؎

عجب نُوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

میں اس نظم نعتیہ کو اوّل سے آخر تک پڑھتا گیا مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے جب میں آخری شعر پر پہنچا کہ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحبِ کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع مِل جاتا۔ اسکے بعد جب میں نے ورق اُلٹا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منظومۂ گرامی تحریر پایا ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چنانچہ اسے پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا کہ ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضور اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجّال وغیرہ رکھتے تھے بے حد تاسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحبؓ اندرون خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو مَیں آپؓ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحبؓ بیٹھک میں آئے تو میں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں اور آپ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحبؓ نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمدؑ ہے جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے۔ اس پر سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ

دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق نہیں ہوا ہوگا۔

اس کے بعد پھر میں نے حضور اقدس کے مطاعبات و منظومات پڑھنے شروع کر دیئے تو ایک صفحہ پر حضور انور کے یہ اشعار میرے سامنے آئے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
مے درخشم چوں قمر تابم چوں قرص آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند
صادقم و از طرف مولا بانشانہا آمدم
ضد درِ علم و ہدی بر روئے من بکشادہ اند
آسماں بارد نشاں الوقت میگوئد زمیں
ایں دو شاہداز پئے تصدیق من استادہ اند

ان ارشادات عالیہ کے پڑھتے ہی مجھے حضور اقدس کے دعوائے عیسویت اور مہدویت کی حقیقت معلوم ہوگئی اور میں نے ۱۸۹۷ء میں غالباً ماہ ستمبر یا ماہ اکتوبر میں بیعت کا خط لکھ دیا۔‘‘ (حیات قُدسی صفحہ 16)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں فرمایا ہے ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

آپ نے نظمیں محض اس غرض سے لکھی ہیں تا کہ جو طبائع منظوم کلام سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں انہیں اس طریق پر حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کا موقع ملے۔ آپ کی نظمیں سراسر اسلام کی تبلیغ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ذیل میں خاکسار نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کو مختلف عناوین کے تحت جمع کیا ہے جو قارئین کی دلچسپی اور ازدیادِ ایمان کے لئے پیش ہے۔

اللہ کی محبت

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا
حمد و ثنا اُسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اُس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اِک دل کا یار جانی
دل میں مرے یہی ہے سبحان من یرانی

❁

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردِگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شُکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
نسل انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار
تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غُبار

❁

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جدا
بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مُشکلیں کیا چیز ہیں مُشکل کُشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں
قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
مصطفیٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بار خدا ہم نے
برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے
زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غلام احمد ہے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے
کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

قرآن شریف سے عشق

جمال و حسن قرآں نورِ جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
آؤ عیسائیو ادھر آؤ، نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

اسلام سے محبت

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دِکھلائے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

آؤ لوگوں کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا
اسلام سے نہ بھاگو راہِ ھدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

مسلمانوں کی حالتِ زار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تڑپ

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
ایک عالم مرگیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آگیا اس قوم پر وقت خزاں اندر بہار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دین مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا
کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر
کر دیا قصوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دِکھا اس دیں کے چمکانے کے دن
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
کیا میرے دلدار تو آئے گا مرجانے کے دن

مسلمانوں کی حالت

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا
رسول حق کو مٹی میں سلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہیں کر کے پھل ویسا ہی پایا
اہانت نے اُنہیں کیا کیا دکھایا

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

کیوں نہیں لوگوں تمہیں حق کا خیال
دل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال
اِبن مریم مرگیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اُس کو فرقاں سربسر
اُس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و امام مہدی کی حیثیت سے

میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار
ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
اِسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

اتمام حجت

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے
ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے
اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنے والی ہے
خدا رُسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنے والی ہے

ہمارا عقیدہ

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

جنگ اور جہاد

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا
صف دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے مخالفین سے خطاب

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اِک کذاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار
صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
ایک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہوگئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

مسلمانوں سے خطاب

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادی ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر
کردیا قصوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار
اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اُٹھالے سارا بار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار
سر کو پیٹو ! آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمر دنیا سے بھی اب ہے آگیا ہفتم ہزار
تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار
چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گن گانے کے دن

سکھوں سے خطاب

(حضرت بابا نانکؒ اور آپ کا پاک چولہ)

ہوا غیب سے ایک چولہ عیاں
خدا کا کلام اس پہ تھا بے گماں
وہ پھرتا تھا کوچوں میں چولہ کے ساتھ
دکھاتا تھا لوگوں کو قدرت کے ہاتھ
جو ہوں دل سے قربانِ ربِ جلیل
نہ نقصان اُٹھاویں نہ ہوویں ذلیل
اسی سے تو نانک ہوا کامیاب
کہ دل سے تھا قربان عالی جناب
یہ نانک کو خلعت ملا سرفراز
خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز
اسی سے وہ سب راز حق پاگیا
اسی سے وہ حق کی طرف آگیا

قادیان کے متعلق

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اِک مرجعِ خواص یہی قادیان ہوا
خدا کا تُم پہ بس لطف و کرم ہے
وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارض حرم ہے

ہندوؤں سے خطاب

آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے
وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائید حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو
وہ لوگ جو کہ معرفت حق میں خام ہیں
بُت ترک کر کے پھر بھی بتوں کے غلام ہیں

اپنی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دُشمن اُتارے
ہمارے کر دیئے اُونچے منارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

❁

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسی کو یارو بتو میں وفا نہیں
آسماں میرے لئے تو نے بنایا ایک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

❁

میں کیونکر گن سکوں تیری عنایات
ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

خطبہ نکاح اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اہم نصائح

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ توجہ دلائی کہ اس خوشی کے موقعہ پر نیکیوں پر قائم رہنا، تقویٰ پر چلنا، ایک دوسرے کا خیال رکھنا
ایک دوسرے کے رحمی رشتہ داروں کا خیال رکھنا، سچائی پہ قائم رہنا، بہت ضروری ہے
اگر یہ چیزیں تم میں قائم رہیں تو پھر تمہارے یہ رشتے بھی نبھتے رہیں گے

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2 فروری 2013 بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کے تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج میں تین نکاحوں کا اعلان کروں گا۔ نکاح شادی فریقین کا، دو رشتوں کا ایک ملاپ ہے۔ بعض آپس میں عزیزوں میں ہوتے ہیں بعض ایسی جگہوں پر ہوتے ہیں جہاں کوئی عزیز داری اس طرح نہیں ہوتی لیکن بہرحال احمدیت کا، اسلام کا ایک رشتہ قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب بھی شادی یا نکاح کا موقعہ آیا تو اس بارہ میں ہمیں یہ توجہ دلائی کہ اس خوشی کے موقعہ پر نیکیوں پر قائم رہنا، تقویٰ پر چلنا، ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کے رحمی رشتہ داروں کا خیال رکھنا، سچائی پہ قائم رہنا، بہت ضروری ہے۔ اگر یہ چیزیں تم میں قائم رہیں تو پھر تمہارے یہ رشتے بھی نبھتے رہیں گے۔ سچائی پر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ اصلاح فرماتا رہے گا۔ غلطیوں کی کوتاہیوں کی اصلاح ہوتی رہے گی۔ تمہاری بخشش کے سامان ہوتے رہیں گے اور تمہارے رشتے اس نہج پر چلتے رہیں گے جو خوشیاں لانے والے ہوں۔ پس ہمیشہ اس موقع پر لڑکے اور لڑکی کو دونوں کے عزیزوں رشتہ داروں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہمارا زندگی کا جو اصل مقصد ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کی رضا کو حاصل کیا جائے اور وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان پر چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کئے جائیں اور بندوں کے حقوق ادا کئے جائیں۔ پس نکاح کے موقعہ پر یہ بار بار کی یاددہانی اس لئے ہے کہ صرف خوشیوں میں ڈوب کے ان حقوق کو بھول نہ جانا۔ اگر یاد رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایسے سامان پیدا فرماتا رہے گا جو تمہاری اصلاح کا باعث بنتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں گے، اللہ کرے کہ آج قائم ہونے والے یہ رشتے ہر لحاظ سے بابرکت ہوں اور اپنے حقوق ادا کرنے والے ہوں۔

حضور انور نے فرمایا:

پہلا نکاح عزیزہ مدیحہ عظیم قریشی کا ہے جو واقفہ نو بھی ہیں۔ مکرم قریشی محمد توفیق صاحب کی بیٹی ہیں جن کا تعلق امریکہ سے ہے۔ ان کا نکاح عزیزم محمد عمر اکبر مربی سلسلہ جنہوں نے کینیڈا سے جامعہ احمدیہ پاس کیا ہے، کے ساتھ دس ہزار کینیڈین ڈالر حق مہر پر ہو رہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:

اور جو واقفین زندگی ہیں ان کی تو اور بھی زیادہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے کے بھی حقوق ادا کریں اور رشتوں کے حقوق بھی ادا کریں۔ ماشاء اللہ یہ دونوں پرانے احمدی خاندان ہیں اور ایک کا تعلق تو ربوہ سے ہے۔ دوسرے کا کہاں تک ربوہ سے ہے یہ میں نہیں جانتا لیکن لڑکی والوں کو تو پرانے ربوہ کے رہنے والے جانتے ہیں۔ لڑکی کے دادا کا ربوہ میں الکیمسٹ کے نام سے میڈیکل سٹور ہوتا تھا۔

حضور انور نے لڑکی کے والد سے دریافت فرمایا کہ آپ انہیں کے پوتے ہیں نا؟ اس پر لڑکی کے والد نے بتایا کہ قریشی محمد شفیع صاحب مرے دادا تھے۔

حضور انور نے فرمایا: ۔شروع میں وہی میڈیکل سٹور پر ہوتے تھے، بچپن میں ہم انہیں کو دیکھا کرتے تھے۔ آپ تو بعد کی پیداوار ہیں اور اسی طرح جو لڑکا ہے ان کا خاندان بھی پرانا احمدی خاندان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے مبارک کرے۔

حضور انور نے فرمایا:

دوسرا نکاح عزیزہ عائشہ احمد بنت مکرم منور احمد صاحب امریکہ کا ہے جو کہ سید اسد احمد شاہ صاحب ابن مکرم سید ندیم پاشا صاحب کے ساتھ بیس ہزار امریکن ڈالر حق مہر پر طے پایا ہے۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ لڑکا کام تو یہاں کرتا ہے پھر حق مہر امریکن ڈالرز میں کیوں ہے۔ پونڈ زمیں کیوں نہیں؟ حضور انور نے لڑکے کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے رخصت ہونا یا لڑکی نے رخصت ہونا ہے؟ لڑکے نے عرض کی کہ میں نے وہاں جانا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:

یہ دونوں رشتے جو طے ہو رہے ہیں یہ بھی پرانے خاندان ہیں اور ان کا بھی قادیان سے اور ربوہ سے تعلق ہے۔ منور صاحب میرا خیال ہے سکول کالج میں ہمارے سے کچھ آگے ہوتے تھے ان کو میں دیکھتا رہا ہوں۔ مزید خاندانی تعارف تو نہیں ہے۔ باقی ندیم پاشا صاحب جو اسد کے والد ہیں یہ سید عبداللہ شاہ صاحب کے بیٹے ہیں جو حضرت ام طاہر صاحبہ کے بھانجے تھے اور اس طرح اس خاندان کا ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب کے خاندان سے تعلق ہے۔

حضور انور نے فرمایا:

تیسرا نکاح عزیزہ نعیمہ جبار چوہدری بنت مکرم عبد الجبار چوہدری صاحب کا ہے جو عزیزم عدیل احمد ملک ابن مکرم نعیم احمد ملک صاحب کے ساتھ دس ہزار پونڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے لڑکے سے دریافت فرمایا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ کال سینٹر میں کام کرتا ہوں۔

حضور انور نے فرمایا بچی جو ہے یہ واقفہ نو ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ بھی ہر لحاظ سے مبارک فرمائے بلکہ تمام رشتے ہر لحاظ سے مبارک فرمائے۔

حضور انور نے تینوں نکاحوں کے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا، رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارک باد دی۔

(مرتبہ ظہیر احمد خان مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ، دفتر پی ایس لندن)

★★★

خدا کا مجھ پہ بس لطف و کرم ہے
وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

❁

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا
جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

اپنے ماننے والوں سے نصیحت

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے
جو متقی ہے اس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذابِ سعیر ہے

❁

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار
گالیاں سن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

❁

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار
نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامان دمار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

❁

’’میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر‘‘

منوّر خالد، کوبلنز جرمنی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’حقیقی نجات اُن پانیوں میں نہیں ہے جن میں ایک حصہ پانی اور بیس حصہ کیچڑ اور غلاظت۔ دلوں کو دھونے والا پانی آسمان سے اپنے وقت پر اُترتا ہے جو نہر اس سے لبالب چلتی ہے وہ کیچڑ اور میلے پانی سے بہت دور ہوتی ہے اور لوگ صاف اور عمدہ پانی اس کا استعمال کرتے ہیں لیکن وہ نہر جو خشک ہے اور کچھ تھوڑا پانی اسی میں کھڑا ہے اور وہ بھی متعفن۔ اس میں وہ لطافت اور صفائی نہیں رہ سکتی اور بہت سا کیچڑ اس سے مل جاتا ہے اور کئی حیوان اس میں بول و براز کرتے ہیں۔ اسی طرح جس دل کو خدا کا علم دیا گیا ہے اور یقین بخشا گیا ہے وہ اس لبالب نہر کی مانند ہے جو تمام کھیتوں کو سیراب کرتی جاتی ہے اور اس کا صاف اور ٹھنڈا پانی دلوں کو تسکین بخشتا اور کلیجوں کی جلن کو دور کرتا ہے اور وہ نہ صرف آپ پاک ہے بلکہ پاک بھی کرتا ہے کیونکہ وہ حکمت اور دانش بخشتا ہے کہ جو دلوں کا زنگ دور کرتی ہے گناہ سے نفرت دلاتی ہے مگر وہ جو تھوڑے پانی کی مانند ہے جس میں کیچڑ ملا ہوا ہے وہ مخلوق کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ اپنے تئیں صاف کرسکتا ہے۔ سو اب وقت ہے اٹھو اور یقین کا پانی تلاش کرو کہ وہ تمہیں ملے گا اور کثرت یقین سے ایک دریا کی طرح بہہ نکلو۔ ہر ایک شک وشبہ کی نجاست سے پاک ہوکر گناہ سے دور ہو جاؤ۔ یہی پانی ہے جو گناہ کے نقوش کو دھوئے گا اور تمہارے لوح سینہ کو صاف کر کے ربانی نقوش کیلئے مستعد کردے گا۔ تم نفسانی حروف کو اس لوح خاطر سے کسی طرح مٹا نہیں سکتے جب تک کہ یقین کے صاف پانی سے اس کو دھونہ ڈالو۔‘‘

(گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 650)

آدم کی پیدائش کے ساتھ ہی نیکی اور بدی کی طاقتوں کی جنگ شروع ہوگئی۔ جب جب بھی بدی کی قوتوں نے زور پکڑا آسمان سے الہام کے پانی کے ذریعہ نبی کی صورت میں کوئی وجود مبعوث ہوا اور ان قوتوں کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ ہی کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ط کے تحت نیکی غالب آتی اور بدی ہارتی رہی۔ نبیوں کے سردار، رحمت للعلمین سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مبعوث فرمایا تا کہ آپؐ کی بعثت اور ایک عالمی شریعت کے ذریعہ ایک عالمی انقلاب کی راہ ہموار کی جائے۔ جس کے ذریعہ انسانوں کو باخدا انسان بنایا جائے۔

دیکھتے ہی دیکھتے انسان کامل سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ دنیائے عرب وعجم کے ایک وسیع خطہ میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا ہوگیا مگر ابھی تین ہی صدیاں گذری تھیں کہ شیطانی قوتوں نے تمام دنیا میں منظم ہونا شروع کردیا اور آئندہ ایک ہزار سال یعنی آنحضرت صلعم کے 1300 سال بعد تک یہ قوتیں خشکی وتری میں غالب آچکی تھیں۔ وقت کے علماء، امام اور مجددین اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اپنی محدود قوتِ قدسیہ کی وجہ سے یہاں وہاں جوار بھاٹا تو پیدا کرتے رہے لیکن شیطانی قوتوں کے اس زبردست حملے کو روکنے کیلئے خدا کی ایک مجسم قدرت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آج سے 125 سال قبل ملک بھارت کے صوبہ پنجاب کی ایک گمنام بستی میں ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام وکلام سے مشرف فرما کر بنی نوع کی اصلاح کیلئے کھڑا کیا جس نے اعلان کیا کہ:

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ:

’’میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔‘‘

زراعت کا ایک اصول بیان کیا جاتا ہے کہ جس پودے یا درخت کے پتّے جتنے چوڑے ہوں گے اسی قدر اس کو پانی کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ اسی لئے چوڑے پتوں والے درخت ندی یا نہر کے کنارے پائے جاتے ہیں۔

برگد کے پتے چوڑے ہوتے ہیں جب اگتا ہے تو بہت نحیف وناتواں مگر خوبصورت ہوتا ہے۔ اس میں پھیلتے جانے کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ یہاں تک کہ بعض اتنے پھیل جاتے ہیں کہ قافلے اور فوجیں اس کے زیر سایہ پناہ لیتے ہیں۔

چالیس سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے اس کے تنے سے پھوٹنے والے ٹہنے اتنے لمبے ہو چکتے ہیں کہ ان کو سہاروں کی ضرورت ہوتی ہے مگر یہ درخت کسی اور کی محتاجی نہیں لیتا خود اپنے ہی ٹہنوں سے مضبوط جڑیں نکال کر زمین کی طرف بھیجتا ہے جو زمین میں پیوست ہوکر خوراک بھی مہیا کرتی ہیں اور مضبوط سہارا بھی بن جاتی ہیں جن کے سہارے یہ ٹہنے آگے سے آگے پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ گوتم بدھ کو اسی درخت کے نیچے گیان حاصل ہوا۔

اس زمانے کا گوتم بدھ بھی جو سرزمین ہند سے ظاہر ہوا اس کا لگایا ہوا برگد یعنی احمدیت کا پودا اللہ کے فضل وکرم اور اسی کے احسان سے خوب تناور بن چکا ہے اور اس کی شاخیں اکنافِ عالم میں پھیل چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہی مقدر کر رکھا ہے کہ قومیں اس کے سائے تلے سکون حاصل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس درخت وجود کی سرسبز شاخیں بن کر قدرت ثانیہ سے چمٹے رہیں:

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جیسا کہ خاکسار نے عرض کیا چوڑے پتوں والے درخت پانی کے قریب رہتے ہیں۔ اسی طرح خلافت کے آسمانی پانی کی جو شیریں نہر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے ضرورت ہے، کہ اس کے قریب ڈیرے جمائے جائیں ہم نے دیکھا کہ جنہوں نے ایسا کیا وہ چھوٹے تھے مگر بڑے کئے گئے۔

قادیان سے جاری ہونے والے آسمانی پانی کی یہ نہر پہلے ربوہ اور اب لندن میں بہہ رہی ہے مبارک ہیں وہ جو اس کے کنارے آباد ہیں یا جو بار بار وہاں جا کر اپنی گھڑولیاں بھر کر لاتے ہیں اور اب تو اس کا ٹھنڈا میٹھا پانی ایم ٹی اے کے ذریعہ واقعی آسمان سے اُتر رہا ہے اس کی پائپ لائن ہر گھر میں پہنچ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے کماحقہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

یاد آتے ہیں

(محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ ربوہ)

سمائے قادیاں کے ماہ و اختر یاد آتے ہیں
ڈھلے نوروں میں رُو ہائے منور یاد آتے ہیں

خلوص وصدق وطاعت میں نہ تھا جن کا کوئی ثانی
مثیل بوبکر صدیق اکبر یاد آتے ہیں

وطن چھوڑا تو اس کی یاد بھی دل میں نہیں آئی
جو آبیٹھے یہاں دھونی رما کر یاد آتے ہیں

درِ محبوب پہ لا کے متاع جسم و جاں رکھ دی
جنہوں نے کردیا سب کچھ نچھاور یاد آتے ہیں

وہ جن کے فہمِ قرآں کی مسیحا نے گواہی دی
وہ نور الدینؓ، وہ اک نور پیکر یاد آتے ہیں

عجب شانِ قناعت تھی، عجب رنگِ توکّل تھا
تہی دستی میں بھی تھے جو تونگر یاد آتے ہیں

حدیث وعلم قرآں میں تھی جن کو دسترس حاصل
تھے بحرِ معرفت کے جو شناور یاد آتے ہیں

شجاعت بھی صداقت بھی تھی حکمت بھی معارف بھی
تھے وہ جو ایک نخلِ بار آور یاد آتے ہیں

جو آئے ذہن میں رشتہ کبھی نبض و تنفس کا
انا کے بت خودی کے ٹوٹے مندر یاد آتے ہیں

نہیں جاتی ہماری سہل انگاری نہیں جاتی
فقط بیٹھے ہی بیٹھے ان کے شہپر یاد آتے ہیں

گلوں کے ساتھ کچھ گہرا تعلق بھی ہے کانٹوں کا
وہ یاد آتے ہیں جب تو کچھ ستمگر یاد آتے ہیں

’’چہ خوش بودے اگر ہر یک زِامت نور دیں بودے‘‘
یہ پاک الفاظ اک حسرت سی بن کر یاد آتے ہیں

تصور جب مجھے ماضی کے افسانے سناتا ہے
کسی شاعر کا تب یہ شعر مجھکو یاد آتا ہے

’’نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں‘‘

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھ کر قبول احمدیت کے ایمان افروز واقعات

شیخ مجاہد احمد شاستری۔ قادیان

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کا امام اور مسیح موعود و مہدی معہود بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کی صداقت کی ہزاروں نشانیاں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں اسلام کی حقانیت اور بانیٔ اسلام حضرت محمد ﷺ کی سربلندی کے لئے جو عظیم الشان جہاد فرمایا وہ صرف آپ ہی کا حق تھا۔ آپ کی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی تائیدات کا زندہ نشان تھی۔ آپ نے جس عظیم الشان جہاد کو سرانجام دیا، دنیا نے اُس کی تاثیر محسوس کی اور آج ایک صدی گزرنے پر ہم اُس کے کا اثرات مشاہدہ کر رہے ہیں اور آئندہ آنے والی صدیاں اس کو مزید محسوس کرتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

آپ کے ذریعہ جس قلمی جہاد کی داغ بیل ڈالی گئی اُس کی انفرادیت اور شان کے علاوہ ایک اور بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ یہ جہاد خدا تعالیٰ کی تائید لئے ہوئے ہے۔ خود آپ علیہ السلام ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

’’یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں۔ میں ان کا نام وحی اور الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے لکھوائے ہیں‘‘ (سر الخلافہ صفحہ 6)

ان کتب کے پڑھنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں لوگوں کو قبول احمدیت اور امام الزمان کی شناخت کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے سینکڑوں لوگوں پر ملائکۃ اللہ کا نزول ہوا۔ الحمد للہ یہ فیضان آج بھی جاری و ساری ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی اہمیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

’’جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چناچہ حضرت صاحبؑ کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں اور جب پڑھو جب ہی خاص نکات اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ خاص فیضان الٰہی کے ما تحت لکھی گئی ہے اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی میں اس کو لے کر پڑھنے کے لئے بیٹھا ہوں دس صفحے بھی نہیں پڑھ سکا کیوں کہ اس قدر نئی نئی باتیں اور معرفت کے نکتے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں کہ دماغ انہیں میں مشغول ہو جاتا ہے تو حضرت صاحبؑ کی کتابیں بھی خاص فیضان رکھتی ہیں۔ ان کا پڑھنا بھی ملائکہ سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔‘‘

(ملائکۃ اللہ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 560)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو پڑھ کر قبول احمدیت کے چند واقعات پیش ہیں:

حضرت صوفی نبی بخش صاحب لاہوریؓ

ولادت: اندازاً ۱۸۶۳ء

بیعت: ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء

وفات: ۱۹۴۴ء (۲۱ رمضان المبارک)

آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’اپریل ۱۸۸۱ء میں خاکسار نے راولپنڈی مشن سکول سے مڈل پاس کیا۔ فضل ربانی نے میری تائید کی۔ انٹرنس کلاس میں داخل ہونے کے اسباب مہیا کر دیئے۔ فقط ایک وظیفہ مبلغ چار روپے کا انٹرنس کلاس کے لئے منظور شدہ تھا۔ اور اگرچہ میرا نمبر نتیجہ کے لحاظ سے تیسرا تھا لیکن وہ وظیفہ مجھے ہی دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جو طالب علم اوّل نمبر پر تھا۔ اس نے وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور دوسرا ایک سال پہلے فیل ہو چکا تھا۔ لا جرم اس وظیفہ کے پانے کا میں ہی مستحق گردانا گیا۔ اور والد صاحب مرحوم کی ذمہ داری پر یہ وظیفہ مجھے دیا گیا۔ شرط یہ ٹھہرائی گئی کہ نہ تو آپ کے لڑکے کو اس مدرسہ کو چھوڑ کر کسی اور مدرسہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے اور نہ ہی تعلیم کو ادھورا چھوڑنا ہو گا۔ بصورت وعدہ شکنی تمام روپیہ واپس کرنا پڑے گا۔ والد صاحب مرحوم نے اس پر اپنی رضا مندی ظاہر کی اور ایک اقرار نامہ پر ان سے دستخط لئے گئے۔

’’سکول کا ہیڈ ماسٹر ایک بنگالی مگر سخت متعصب عیسائی جو دین عیسوی کا فدائی اور جاں نثار تھا‘ بڑے ذوق سے بائیبل پڑھاتا۔ کبھی کبھی اسلام پر اعتراض بھی کرتا۔ لیکن وہ اسی رنگ میں ہوا کرتے جو اکثر پادری بغیر سمجھ کے قرآن شریف پر کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ میں اس کوچے سے بالکل نابلد تھا لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے کبھی کبھی غیرت بھی آ جاتی اور بے خوف و خطر اس کا مقابلہ کرتا۔ اور اس بات کا کبھی خیال بھی نہ آتا کہ ایک طالب علم وظیفہ خوار کے لئے اس کا انجام کیا ہو گا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب بھی متانت سے سنتے اور برداشت کرتے لیکن دل میں کینہ رکھتے۔ کوئی رنجش ان کے چہرہ سے عیاں نہ ہوتی۔ ان سب باتوں کا نتیجہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد اس رنگ میں انہوں نے ظاہر کیا کہ میں کالج میں تعلیم پانے سے روکا گیا۔ راولپنڈی میونسپل کمیٹی نے ایک وظیفہ اُس لڑکے کے لئے منظور کیا ہوا تھا جو اپنے سکول میں اوّل رہے لیکن ہیڈ ماسٹر کی سفارش اس کے لئے ضروری تھی جس سے انہوں نے بالکل انکار کیا۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں کالج میں داخل نہ ہو سکا۔ انہیں ایام میں میں نے ایک خواب دیکھا جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ کو پورا ہوا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک پیر مرد نورانی صورت میرے سامنے آیا۔ اس کا حلیہ تمام و کمال میرے دل پر نقش ہونے کے بعد وہ غائب ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا۔

۱۳ جون ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے پنڈت لیکھرام پشاوری نے ایک اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اشتہار کی مخالفت میں شائع کیا جس میں آنجناب نے ایک بشیر لڑکے کی پیدائش کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ اس اشتہار میں پنڈت صاحب نے اپنی فطرت کے مطابق دشنام دہی اور سب و شتم سے کام لیا۔ اتفاقاً وہ اشتہار میری نظر سے بھی گذرا۔ میں نے استفسار کے طور پر حضرت صاحب کی خدمت میں ایک کارڈ لکھا۔ لیکن بباعث عدم علم ایسے طرز سے لکھا گیا کہ حضور نے مجھے معاندین میں سے تصور کیا۔ الاعمال بالنیات۔ خیر یہ گذری کہ حضرت صاحب نے چند مخلص دوستوں سے بذریعہ خط و کتابت خاکسار کے متعلق دریافت فرمایا جنہوں نے ازراہ کرم حضور کی تسلی کی اور لکھا کہ یہ شخص ہمیشہ سے آپ کا مداح رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس کے عنوان میں یہ شعر درج تھا کہ

ہم نے الفت میں تیری بار اٹھایا کیا کیا
تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

اس اشتہار کے پڑھنے اور براہین احمدیہ کے بار بار کے مطالعہ سے میرے دل میں ایک امنگ پیدا ہوئی کہ میں خود قادیان جا کر حضرت صاحب سے ملاقات کروں کیونکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار فیض آثار گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس نیت سے اکتوبر ۱۸۸۶ء کو میں پہلی دفعہ حاضر خدمت ہوا اور مغرب کی نماز میں نے مسجد مبارک میں حضرت اقدس کی اقتداء میں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ وہیں بیٹھ گئے اور بطور نصیحت مختصر الفاظ میں تقریر فرمائی۔

اپریل ۱۸۸۹ء سے اپریل ۱۸۹۲ تک خاکسار انجمن حمایت اسلام کا مہتمم کتب خانہ رہا اور حضور کا ایک مضمون ’’ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب‘‘ میرے ہی اہتمام سے چھاپا گیا۔ ایک دن حسب معمول میں انجمن کے کتب خانہ میں گیا۔ ان دنوں رسالہ فتح اسلام چھپ چکا تھا اس کی ایک کاپی انجمن کے دفتر میں بھی پہنچی۔ بہت سے مولوی صاحبان جن میں اکثر اہلحدیث تھے اس کو پڑھتے اور نہایت تعجب سے کہتے کہ جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے اس کو کوئی بھی نہیں مانے گا۔ مگر یہ رسالہ لاجواب ہے۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں۔ اس کے بعد رسالہ توضیح مرام بھی

میری نظر سے گذرا۔ ان دونوں رسالوں کے شائع ہونے کے بعد ہندوستان میں ایک سخت طوفان بے تمیزی برپا ہوا اور ہر طرف سے مولوی صاحبان نے کفر کے فتوے تیار کئے۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان میں ایک جلسہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مجھے بھی ایک کارڈ پہنچا لیکن بعض ضروری خانگی امورات کی وجہ سے میں نے حاضر خدمت ہونے سے انکار کر دیا۔ لیکن اسی ہفتہ میں پھر دوبارہ کارڈ پہنچا۔ جس کے الفاظ تھے کہ:

دسمبر کی تعطیلات پر آپ ضرور قادیان تشریف لاویں اور خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو اپنے جذب خاص سے اپنی طرف کھینچ لے۔

ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس خط کو پڑھا اور مجھ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ میں نے تمام خانگی امورات کو جن کی بنا پر قادیان آنے سے معذرت کی تھی۔ خیر باد کہی اور مصمم ارادہ کیا کہ قادیان جانا ضروری ہے۔

الغرض ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ کے جلسے پر جس میں حاضرین کی تعداد اسی کے قریب تھی میں بھی حاضر خدمت ہوا اور دن کے دس بجے کے قریب چائے پینے کے بعد ارشاد ہوا کہ سب دوست بڑی مسجد میں جو اب مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہے، تشریف لے جائیں۔ حسب الحکم سب کے ساتھ میں بھی حاضر ہوا۔ زہے قسمت کہ میرے لئے قسام ازل نے اس برگزیدہ بندہ کی جماعت میں داخل ہونے کے لئے یہی دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس وقت مسجد اتنی وسیع نہ تھی جیسی آج نظر آتی ہے۔ سب کے بعد حضرت صاحب خود تشریف لائے اور مولوی عبدالکریم صاحب ''فیصلہ آسمانی'' سنانے کیلئے مقرر ہوئے۔ لیکن میرے لئے ایک حیرت کا مقام تھا کیونکہ جب میں نے حضرت اقدس کے روئے مبارک اور لباس کی طرف دیکھا تو وہی حلیہ تھا اور وہی لباس زیب تن تھا جس کو ایام طالب علمی میں میں نے دیکھا تھا۔

حاضرین تو بڑی توجہ سے آسمانی فیصلہ سننے میں مشغول رہے اور میں اپنے دل کے خیالات میں مستغرق تھا اور فیصلہ کر رہا تھا کہ یہ وہی نورانی صورت ہے جس کو طالب علمی کے زمانہ میں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا اور ہر ایک حضرت صاحب سے مصافحہ کرتا اور رخصت ہوتا۔ میں نے عمداً سب سے پیچھے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لئے کیا حکم ہے کیونکہ میں نے ایک شخص کی آگے بیعت کی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا:

آپ کی بیعت نورٌ علیٰ نور ہو گی بشرطیکہ وہ شخص نیک ہے ورنہ وہ بیعت فسخ ہو جائے گی اور ہماری بیعت رہ جائے گی۔

حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ

حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگرہؓ

حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد امجد چوہڑمل صاحب موضع لالیاں ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے اور ہندوؤں کے اروڑا خاندان ڈھینگرہ ذات کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ جھنگ شہر کے کسی پیر صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں لالیاں سے انتقال مکانی کر کے گوجرانوالہ میں آباد ہو گئے۔ حضرت شیخ صاحب مرحومؓ لالہ چوہڑمل کی چھٹی پشت میں آ کر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ ۲۔ بھادوں ۱۹۳۲ء بکرمی مطابق اگست ۱۸۷۴ ہے۔ والد ماجد کا نام شیخ محمد بخش تھا اور والدہ ماجدہ کا نام بھاگن بی بی دلی والی۔ شیخ محمد بخش صاحب کی اولاد یہ تھی:

مولا بخش۔ اللہ بخش۔ کریم بخش۔ صاحب دین۔ فضل الٰہی۔ محمد الٰہی۔ کریم بی بی۔ رحیم بی بی

حضرت شیخ کریم بخش صاحب اور حضرت شیخ صاحب دین صاحب کو خدا تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت صاحب کے دعویٰ کے معاً بعد جب شہر میں حضور کا ہر جگہ چرچا شروع ہوا تو حضرت شیخ صاحب دین صاحب کو جو ان دنوں مڈل کے طالب علم تھے۔ انہوں نے اپنے استاد حضرت مولوی احمد جان صاحب سے دریافت کیا کہ یہ مرزا صاحب کون ہیں جن کی شہر میں ہر جگہ باتیں ہو رہی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب موصوف شیخ صاحب کی خوش قسمتی سے احمدی تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا! آج دنیا میں قرآن کریم کو جاننے اور سمجھنے والے صرف مرزا صاحب ہیں۔ ان کی اس بات سے متاثر ہو کر حضرت شیخ صاحب نے اپنے بڑے بھائی شیخ کریم بخش صاحب سے بھی اس گفتگو کا ذکر کیا۔ شیخ کریم بخش صاحب نے کہا کہ کل تم اپنے ماسٹر صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب لے آنا۔ چنانچہ حضرت شیخ صاحب کے مطالبہ پر حضرت مولوی صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب براہین احمدیہ ہر چہار حصص دے دی۔ حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ تو اس کتاب کو پڑھ کر لٹو ہو گئے اور فوراً قادیان جا کر بیعت کر آئے۔ ان کی واپسی پر حضرت شیخ صاحب دین صاحب نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ واقعہ ۹۲-۱۸۹۱ کا ہے۔

حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر

ولادت: ۱۸۶۹

بیعت: ۱۹۰۰ بذریعہ خط

وفات: ۲۶۔ فروری ۱۹۵۴

حضرت مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب ہندوستان کے مشہور سیاسی لیڈران مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی صاحبان کے برادر اکبر تھے۔ ۱۸۶۹ میں بمقام رام پور ضلع مراد آباد (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں ''ریاض الاخبار'' (گورکھ پور) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط الیگزنڈر رسل ویب سفیر امریکہ فلپائن کے نام شائع ہوا تھا جسے دیکھ کر خاں صاحب کو پہلی مرتبہ حضرت اقدس سے غائبانہ تعارف حاصل ہوا۔ ۱۹۰۰ میں ''ازالہ اوہام'' کا مطالعہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور فوراً بیعت کا خط لکھ دیا۔ حضرت اقدس کی زیارت پہلی مرتبہ ۱۹۰۴ء میں بمقام گورداسپور کی جب کہ حضور بسلسلہ مقدمات کرم دین وہاں قیام پذیر تھے۔

حضرت حکیم مولوی اللہ بخش خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک ورق

ولادت: فروری ۱۸۷۷ء

بیعت: اپریل ۱۹۰۵ء

وفات: ۱۲۔ مارچ ۱۹۶۳ء

(از محترم ثاقب صاحب زیروی مرحوم)

''اللہ بخش! بس!! اس سے آگے میں حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف ایک لفظ نہیں سن سکتا۔ مجھے تم سے بیٹوں کی طرح محبت تھی جو میں اب تک چپ رہا۔ ورنہ یہ دیکھو تیری باتوں سے میرے سارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ مسجد والے میرے رازق نہیں ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی الزام لگا کر مجھے یہاں سے نکال دیا۔ پھر؟ بس! **اللہ واحد فی السماء وانا واحد فی الزیرۃ**۔ تم دیکھ لو گے میرا خدا مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔''

یہ تھے زیرہ ضلع فیروزپور میں احمدیت کی تخم ریزی کرنے والے جیّد گروہ کے سرخیل حضرت مولانا مولوی علی محمد صاحب کے وہ الفاظ جنہوں نے حضرت ابا جان (حکیم مولوی اللہ بخش خاںؓ) کے فکر و نظر کے تمام زاویے ہی بدل ڈالے اور وہ شخص جو دن رات اپنے استاد (حضرت مولوی علی محمد صاحب) سے یہ کہا کرتا تھا:

''مولوی صاحب آپ کس جماعت کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ جس کو قدم قدم پر گالیاں ملتی ہیں اور جس کے افراد کے ہر روز منہ سیاہ کئے جاتے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ کا سارے علاقے ہی میں بڑا وقار ہے۔ مسجد سے معقول آمد ہے۔ ہم ایسے زمینداروں کے لڑکے آپ سے علم حاصل کرنا برکت اور سعادت خیال کرتے ہیں۔ دور دور تک آپ کا علمی دبدبہ ہے۔ آپ کو نہ جانے اس کتاب میں کیا نظر آ گیا ہے کہ آپ یکسر گداز ہی ہو گئے ہیں۔''

اب وہی سنجیدگی کے ساتھ اپنے استاد مکرم کی اس تبدیلی عقیدہ پر غور کرنے لگا تھا اور اس کے دل میں احمدیت کے لئے تجسّس و تحقیق کے لئے سچی تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔

اس مبارک و مسعود تخم ریزی کی اصل داستاں مختصراً یوں ہے کہ ضلع جالندھر کے ایک صحابی میاں جھنڈا دو ایک جمعوں پر حضرت مولوی صاحب کو مسیح موعودؑ کے ظہور پُرنور کا مُژدہ سنانے آئے مگر دونوں دفعہ ان کے حکم پر مسجد سے دھکّے دے کر نکال دیئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے تیر بہدف نسخہ تزکیہ نفس ''آئینہ کمالات اسلام'' سے لیس ہو کر آ دھمکے اور ایسی شست باندھ کر کمان سے تیر چھوڑا کہ عین سینے پر لگ کر آر پار ہو گیا اور حضرت مولانا گھائل ہو گئے اور اپنے سینے سے ٹکرا کر دامن میں آ کر گرنے والی اس کتاب کے چند ہی صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد بے ساختہ پکار اٹھے:

''ہم تو اب تک اس شخص کو صرف فیضی زماں ہی سمجھتے رہے یہ تو امام زماں نکلا۔ اللہ بخش! اسی وقت جاؤ اور مسجد کے مدار المہام سے کہہ آؤ کہ اپنی مسجد کے لئے کسی نئے خطیب و پیش امام کا انتظام کر لیں۔'' ۞

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: کرشن احمد قادیان

بہترین امام

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں''۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب خیار الائمۃ حدیث نمبر 3447)

طالب دُعا: برہان الدین چراغ ولد مکرم چراغ الدین صاحب مرحوم۔ قادیان

اخبار بدر سے متعلق اپنی آراء

badrqadian@rediffmail.com

پر بھی feedback کر سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے۔ قارئین استفادہ کر سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن

(نماز دین کا ستون ہے)

طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’انسان اصل میں اُنسان سے ہے یعنی دو محبتوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اُنس وہ خدا سے کرتا ہے دوسرا اُنس انسان سے۔‘‘ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری۔ صدر و ضلعی امیر جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اللہ کا لفظ اسی ہستی پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۸)

منجانب: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badr, at Fazle-Umar Printing Press Qadian, Harchowal Road Po. Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab, India. And published at office of the Weekly Badr Moh- Ahmadiyya, Harchowal Road P.o Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor: Mansoor Ahmad
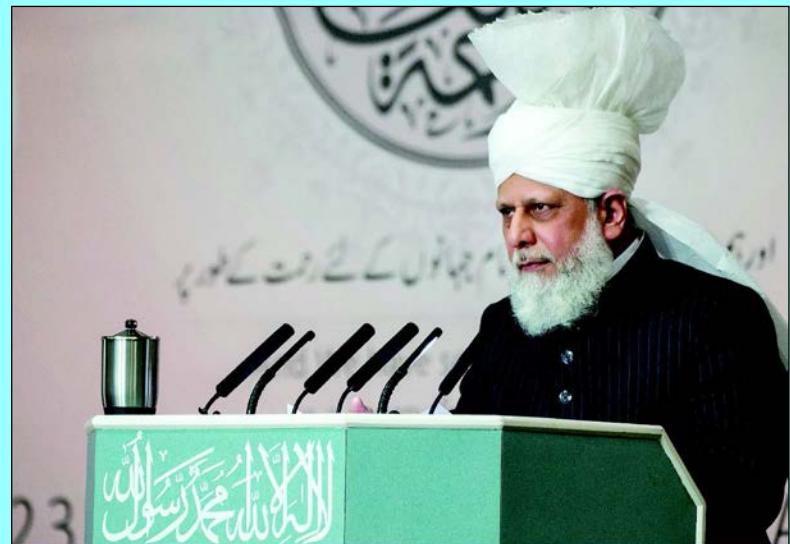
مورخہ 28 دسمبر 2014ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بیت الفتوح لندن سے جلسہ سالانہ قادیان کو خطاب فرماتے ہوئے

جلسہ سالانہ قادیان سے خطاب کے موقع پر لندن کے اسٹیج کا ایک منظر

جلسہ سالانہ قادیان سے خطاب کے موقع پر لندن میں موجود حاضرین و اسٹیج کا ایک منظر
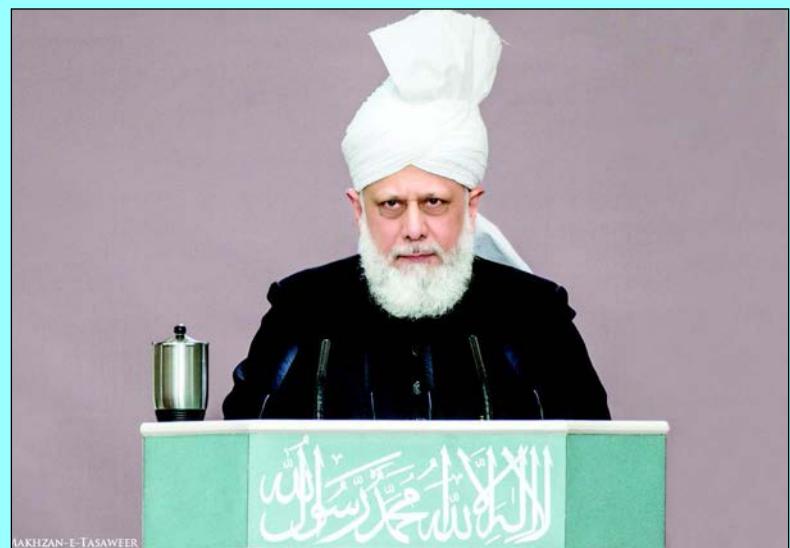
مورخہ 8 فروری 2015ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بیت الفتوح لندن سے جلسہ سالانہ بنگلہ دیش کو خطاب فرماتے ہوئے

جلسہ سالانہ بنگلہ دیش سے خطاب کے موقع پر لندن کے اسٹیج کا ایک منظر

جلسہ سالانہ بنگلہ دیش سے خطاب کے موقع پر لندن میں موجود حاضرین و اسٹیج کا ایک منظر

EDITOR
MANSOOR AHMAD

Tel : 0091 8283058886
Tel. : (0091) 94640-66686

Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADR *Qadian*

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 64 Thursday 19 March 2015 Issue No. 12

SUBSCRIPTION

ANNUAL: Rs. 550
By Air : 50 Pounds or 80 U.S $
: 60 Euro or 80 Canadian Dollars

جلسہ سالانہ قادیان 2014ء کے مقررین حضرات

جلسہ سالانہ قادیان 2014ء کے بعض مناظر

جمیل احمد ناصر، پرنٹرو پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: ۔نگران بدر بورڈ قادیان